ناولٹ
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو
صغرا مہدی
ناولستان - جامعہ نگر، نئی دہلی

جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو

# جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو

(ناولٹ)

صغرا مہدی

ناولستان۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

تقسیم کار

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی 110025

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار۔ دہلی 110006

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی 400003

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ 202002

بار اوّل: دسمبر ۱۹۹۰ء

تعداد: 750

قیمت -/24

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس۔ دریا گنج۔ نئی دہلی ۲ میں طبع ہوئی۔

# پیش لفظ

گرد و پیش کی سچائیوں میں بہ ظاہر سب سے عام اور مانوس سچائیاں وہ ہیں جن کا رشتہ انسان کے روزمرہ رویّوں سے ہے۔ یہی رویّے افراد کے مابین تعلق اور ایک دوسرے کے لیے دھندلے یا روشن جذبات کا حوالہ بنتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ پیچیدہ اور گرفت میں نہ آنے والی سچائیاں بھی یہی انسانی تعلقات اور جذبات ہیں۔ ان پر نہ تو کسی ضابطے، اصول، منطق کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ نہ ہی ان کی تفہیم کا بہانہ کسی اجتماعی قدر کو بنایا جا سکتا ہے۔ کبھی کبھی تو خیال ہوتا ہے کہ افراد کے رویّے اور جذبے ایک منفرد اور دوسروں سے یکسر مختلف مسئلہ ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ آج کی زندگی آج کے زمانے کی طرح، پچھلے تمام زمانوں سے زیادہ الجھی ہوئی ہے اور یہ سب کچھ اس حقیقت کے باوجود ہے کہ تعقل اور تجربے کا کاروبار بھی۔ آج زندگی کے ہر میدان میں ہمیشہ سے زیادہ زور و شور کے ساتھ جاری ہے۔ لیکن انسان کے باہمی رشتوں یا ایک دوسرے کے لیے جذبوں کی گتھی کا سلجھنا تو دور رہا۔ اسے سمجھنا بھی سہل نہیں۔

صغریٰ مہدی نے اپنے پچھلے ناولوں (پروائی، دھند) میں بھی اسی سوال سے نمٹنے کی کوشش کی تھی۔ زیرِ نظر ناول "جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو" میں بھی اسی سوال کی گونج سنائی دیتی ہے۔ فلسفہ، نفسیات، عمرانیات، تاریخ، اپنے اپنے طور پر اس سوال کو سمجھنے سمجھانے کے وسائل مہیا کرتے ہیں لیکن بات جہاں کی تہاں رہتی ہے۔ یہ سوال جتنا دشوار طلب صدیوں پہلے تھا، اتنا ہی آج بھی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہماری

سوجھ بوجھ اور تجزیوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ ہماری بصیرتیں کم سے کم انسانی رشتوں سے میں اب پہلے سے زیادہ ناکام نظر آتی ہیں۔ اور تو اور افراد کے مابین وہ رشتہ بھی جو ایک دوسرے کو ایک دوسرے کی زندگی کا شریک بناتا ہے، اسے مضبوط رکھنے اور سنبھالنے کی بجائے اسے سمجھنے کی جستجو میں ہی ساری عمر گذر جاتی ہے۔

شاید اسی لیے ایک خاموش حزن کی کیفیت اور ایک مستقل احساس زیاں شروع سے اخیر تک اس ناول کی کہانی کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ یہ احساس بالآخر ہمیں بے چارگی اور بے حصولی کے ایک ایسے تجربے تک لے جاتا ہے جو اپنی سرشت کے لحاظ سے قدیم ہے نہ جدید وقت کی طرح یہ تجربہ بھی مستقل ہے۔

صغرا مہدی نے یہ کہانی سیدھے سادے انداز میں بیان کی ہے۔ انسانی رشتوں کی بساط پر اس ناول کے کرداروں کی زندگی خاصی پُر پیچ ہے، لیکن ناول نگار کے احساس و اظہار میں ایک کشش آمیز سادگی کا گمان ہوتا ہے۔ جذبے کی لَے بعض مقامات پر اونچی ہوگئی ہے پھر بھی جذباتیت سے بڑی حد تک آزاد ہے۔ اسی لیے طرزِ احساس کی رومانیت ناول کے بنیادی مسئلے کی طرف مصنفہ کے حقیقت پسندانہ شعور کی روشنی کو کم نہیں کر سکی ہے۔

یہ کہانی معنی خیز بھی ہے اور اپنے بیان کی سادگی اور بہاو کی وجہ سے دلچسپ بھی۔ میرا خیال ہے کہ اس ناول کے واسطے سے صغرا مہدی کی اپنی بصیرت کا ایک نیا نقش بھی قائم ہوا ہے۔

شمیم حنفی
۲۲/مارچ ۱۹۸۹ء

نیند سے اس کی آنکھیں ہمیشہ کی طرح خالی تھیں . . . رات کے سناٹے میں
—— یا تو وہ اپنے دل کی دھڑکن سن سکتا تھا یا پھر . . زیبا کے ہلکے ہلکے خراٹے اس
خاموشی کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد توڑ دیتے . . . !
—— زیبا اس وسیع و عریض ڈبل بیڈ کے دوسرے کونے پر سو رہی تھی۔ اس کی بیوی . . .
اس کی شریکِ حیات . . . جیون ساتھی . . . نصف بہتر اور . . . نہ جانے کیا کیا . . . ؟ کیا بستر
شیئر کرنے سے زندگی شیئر کر سکتے ہیں ہم . . . ہم ہی کیا، ہماری طرح کتنے لوگ اجنبیوں کی
طرح اسی انداز سے بستر پر ساتھ ساتھ تنہا ہوں گے۔
میں نے زندگی میں غلطیاں کیں غلط فیصلے کیے مگر سب سے بڑی غلطی . . . سب
سے غلط فیصلہ یہ تھا کہ . . . میں نے زیبا سے شادی کر لی . . . لوگوں کے اصرار سے ——
لوگ کیا ریما کے اصرار سے . . . یا اس لیے کہ زیبا کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا ——
مجھے اس حقیقت کا یقین تھا نا . . . کہ زیبا مجھے چاہتی ہے —— اور یہ . . . یہ بات میرے
لیے بڑی عجیب تھی! کوئی مجھے چاہے اور شاید اپنی محبت اور چاہت کے ٹھکرائے جانے کا
ردِ عمل ہو —— اس وقت تو میں یہی سمجھتا تھا۔ اور مجھے یہ سمجھانے میں ریما کا بڑا ہاتھ

تھا۔ ان دنوں ریما پر کس قدر ڈیپینڈ کرنے لگا تھا ـــــ میری اپنی عقل اور سمجھ تو جیسے خبط ہو گئی تھی۔

ریما کی اپنی آنکھیں بھی مجھے کچھ ... پیام دیتیں ـــــ مگر میں بے یقینی کی حالت میں اس کو تکتا رہ جاتا ... اور پھر دیکھتے دیکھتے ریما کی سرمگیں خوابناک آنکھوں کے بدلے ... تمہاری بڑی بڑی بولتی ہوئی آنکھیں میرے سامنے آکر رُک جاتیں ـــــ نقش بن جاتیں اور ریما کی آنکھیں معدوم ہو جاتیں ـــــ تمہاری جاندار خوب صورت آنکھیں ... جس میں محبت کی جوت جلتی ... کبھی وہ گہری جھیلوں میں تبدیل ہو جاتیں ... اور میں ... ان میں خود کو ڈوبتا ہوا محسوس کرتا۔

اور جب زیبا میری زندگی میں آئی تو بھی تم اس کے بجائے ہر وقت ... ہر جگہ میرے ساتھ رہنے لگیں ـــــ میں خود کو زیبا کی طرف کھینچتا ـــــ اور تم مجھے اپنی طرف بلاتیں اور میں ... تم دونوں کے درمیان لٹکا رہ جاتا ... بے بس اور مجبور ... ـــــ میں زیبا سے کبھی شادی نہ کرتا۔ اگر ریما مجھے اس کی والہانہ محبت کے قصّے نہ سناتی ـــــ یہ نہ بتاتی کہ اس کو اس کے محبوب نے کس طرح دھوکا دیا ـــــ وہ کتنی دل شکستہ ہے اور اب اگر میں نے بھی اس کی محبت کو ٹھکرا دیا تو ... اور پھر ... زیبا کے وہ خوب صورت خط اور اس میں اپنی جذباتی کیفیت کا اظہار ... اس سے اپنے سارے دکھ درد شیئر کی فرمائش ... اس نے یہ بھی لکھا تھا ـــــ بار بار لکھا تھا کہ ... وہ اسے اپنا لے ـــــ بس اور کچھ نہیں چاہیے اسے ... وہ اپنی محبوبہ کو اپنے دل کے سنگھاسن پر ضرور براجمان رکھے ... اسے کچھ نہیں چاہیے ... وہ اس سے میرا کی طرح محبت کرے گی ... صباحت کے لیے اس کی محبت ... وارفتگی دیکھ کر اس کا انسان پر سے کھویا ہوا اعتماد واپس مل گیا ہے ... اور اس نے زیبا کی ایک ایک بات پر یقین کر لیا ... اسے ایک گونہ خوشی اور حیرت بھی ہوئی کہ کوئی اسے چاہتا ہے اسے ایڈمائیر کرتا ہے اسے، اس جیسے انسان کو ... مگر زیبا نے یہ صرف اس سے کہا تھا۔ شاید اس وقت اس نے ایسا سوچا بھی ہو مگر جب وہ میری زندگی

میں آئی تو اس نے اس سے بالکل برعکس چاہا... اور جو توقعات اس نے مجھ سے
وابستہ کیں وہ بہت نارمل اور جائز تھیں۔ یہ تو میری بیوقوفی تھی کہ میں نے یہ سمجھا
کہ زیبا مجھ سے وہ توقعات نہیں رکھے گی جو ایک بیوی اپنے میاں سے کرتی ہے
میں... جس نے ہمیشہ لوگوں اور ان کے خیالات و جذبات کو سمجھنے میں غلطی کی
... زیبا نے جو بھی کہا جو سمجھا... مگر میں نے جب زیبا سے شادی کا ارادہ کیا تھا...
تو... یہ عہد بھی کیا تھا کہ میں اسے محبت دوں گا رفاقت دوں گا اور میں اپنے دل
کے اندر اس گہری اور اندھیری کھائی کا اسے احساس بھی نہ ہونے دوں گا۔
مگر میں نے زندگی میں جو چاہا جو جو عہد کیے کیا وہ میں پورے کر سکا۔
"افوہ بھئی وہی قنوطیت!"
تم ہوتیں تو فوراً جھنجلا کر کہتیں—!
صباحت آج کل تم مجھے اس شدّت سے کیوں یاد آرہی ہو، بار بار تمہاری
حسین و جمیل شبیہہ میری نظروں کے سامنے آکر کیوں کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس
تنہائی کے ریگستان میں آکر کیوں ایک جزیرہ بنا دیتی ہو دشتِ تنہائی میں...
دشتِ تنہائی میں—!
دشتِ تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں—تیری آواز کے سائے
تیرے ہونٹوں کے سراب—دشتِ تنہائی میں دوری کے خس و خاک تلے
کھل رہے ہیں—تیرے پہلو کے سمن اور گلاب—اٹھ رہی ہے تیری قربت سے
تیری سانس کی آنچ اپنی خوشبو میں سلگتی ہوئی—مدہم... مدہم...—دور
—اُفق پار چمکتی ہوئی قطرہ قطرہ گر رہی ہے—تیری دلدار نظر
کی شبنم—

دلدار نظر—دلدار نظر کی شبنم شبنم—
اس قدر پیار سے اے جانِ جہاں رکھا ہے—
دل کے رخسار پہ اس وقت تیری یاد نے ہاتھ—

یوں گمان ہوتا ہے گرچہ ہے ابھی صبحِ فراق ——
ڈھل گیا ہجر کا دن —— آ بھی گئی وصل کی رات ——
وصل کی رات —— ڈھل گیا ہجر کا دن —— آ ہی گئی وصل کی رات

---

"حسین بھائی... حسین بھائی... اُفوہ بھئی —— آپ سنتے کیوں نہیں ——"

"کیا ہے؟"

"میں آپ کے کالج میں داخلہ لے رہی ہوں۔ امّی جان کو میں نے راضی کر لیا...

پاپا نے سب کاغذات منگائے ہیں فارم وغیرہ، اب ہم دونوں ساتھ کالج جائیں گے اور ہم دونوں مل کر ساتھ پڑھیں گے دیکھتی ہوں کہ تم اب... ہاں تم کیسے وقت پر کالج نہیں جاؤ گے...

تم نے بات بدل دی تم جو کہنا چاہتی تھیں میں سمجھ گیا تھا تم یہی کہنا چاہتی تھیں کہ، "دیکھتی ہوں کہ اب تم کیسے فیل ہوتے ہو"

"حسین بھائی مزہ آئے گا نا... ہے نا... ارے! تمہیں بالکل خوشی نہیں ہوتی۔ تمہارے ساتھ رہنے کے لیے میں نے کیا... کیا پاپڑ بیلے ہیں"

"تم بہت ضدی ہو"

"کیوں اس میں ضد کی کیا بات ہے؟"

"یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے کیا دہلی میں صرف میرا ہی کالج ہے تم کو کسی بھی کالج میں داخلہ مل سکتا ہے تم فرسٹ کلاس لائی ہو"

"مگر وہاں تم جو نہیں ہو اور ضد کرتی تو آرٹس کالج میں داخلہ لیتی اور اپنا امرتا شیر گل بننے کا خواب نہ پورا کرتی"

"امرتا شیر گل؟"

"ہاں، حسین بھائی تم جانتے ہو کہ وہ میری آئیڈیل ہے۔

"بدھو ہو تم صبو"

"پلیز... حسین بھائی مجھے Lightly نہ لیجیے میں اب بڑی ہو گئی ہوں ــــــ کالج میں آگئی ہوں"

اور میں نے تمہیں سر سے پیر تک دیکھا تو مبہوت رہ گیا... واقعی تم بڑی ہو گئیں تھیں ــــــ تمہارا ابھرا ابھرا جسم ــــــ چمپئی رنگت ستواں ناک سیاہ لمبے بال اور بڑی بڑی گہری جھیلوں جیسی آنکھیں اب میرے سامنے میری کزن بچپن کی ساتھی اور دوست صباحت نہیں تھی۔ بلکہ ایک دل موہ لینے والی حسینہ کھڑی تھی تم مجھے یوں گھورتے دیکھ کر پریشان ہو گئیں ــــــ تمہاری صندلی پیشانی سے پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمکنے لگیں اور تمہاری آنکھیں خود بخود جھک گئیں تمہاری مدّھم آواز کانوں سے ٹکراتی۔

"ارے آپ مجھے یوں کیوں گھورے جا رہے ہیں"

میں وہاں کھڑا تھا ساکت اور جامد اپنے گرد و پیش سے بے خبر بس یہ احساس تھا کہ، سامنے تم کھڑی ہوئیں سوچ رہا تھا کہ ارے! میرے ساتھ کوڑا جمال شاہی، گلی ڈنڈا اور کرکٹ کھیلتے کھیلتے ــــــ کومکس پڑھتے پڑھتے کب اتنی بڑی اتنی پیاری اور من موہنی ہو گئیں اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا ــــــ رات کو جب میں پلنگ پر لیٹا تو تم میرے ساتھ تھیں ــــــ خوشی، سرشاری اور بے چینی کی وہ ملی جلی کیفیت ــــــ جسے آج بھی میں ... نہیں بھلا پایا ہوں۔

اس رات مجھے لگا تھا کہ میرے بستر پر کانٹے اُگ آئے ہیں جو میرے جسم کو چھلنی کیے دے رہے ہیں ــــــ اور کبھی مجھے معلوم ہوتا کہ میں ہوا میں اڑا جا رہا ہوں۔ کبھی تم مجھے اپنے اتنے قریب لگتیں کہ تمہارے نرم ہاتھ کا لمس میں اپنے ماتھے پر محسوس کرتا.......

اور کبھی اپنی پہنچ سے بہت دور معلوم ہوتیں کبھی میں خود کو گل برگ

کے اس چھوٹے سے کمرے میں پاتا جہاں تم محوِ خواب تھیں۔ وہ رات میری زندگی کی عجیب رات تھی جو میں نے کھلی آنکھوں خواب دیکھتے گذاری —— جس رات خواب و بیداری کی حدیں ایکدوسرے سے مل گئی تھیں۔ وہ رات جو میری زندگی کی اَن گنت بے خواب راتوں کا پیش خیمہ تھی۔ اور جب صبح ہوئی تو میں اس خیال سے مضطرب تھا کہ تمہارا سامنا کیسے کروں تم جو زیادہ تر میرے ساتھ رہتیں... میری دوست میری رازدار تم جو اَن جانے ہی میں میری محبت اور چاہت کا مرکز بن گئیں تھیں۔ گل برگ اور نشیمن کے درمیان تم ہی ایک کڑی تھیں جو دونوں گھروں کو ملاتی تھیں۔ یا پھر ممدو چا —— ممدو چا جنہوں نے مجھے ماں باپ دونوں کی محبت دی۔ ان کی محبت پاکر ہی تو میں نے یہ جانا کہ خون کے رشتوں سے کہیں زیادہ.... اہم وہ رشتے ہوتے ہیں جو انسان خود قائم کرتا ہے۔

ممدو چا —— کیا ہیں ہمارے! شاید... ہم مذہب بھی نہ ہوں وہ چند سال کے تھے جب ہمارے گھر آئے تھے جب ان کے گاؤں میں قحط پڑا تھا۔ اور اس میں ان کے ماں باپ اور سارا خاندان ختم ہو گیا تھا۔ ان دنوں انسانی ظلم و تشدد اور فسادات سے آبادیاں ویران نہیں ہوتی تھیں —— بلکہ قحط پڑتے تھے وبائیں پھیلتی تھیں انسان نے ان پر بہت حد تک قابو پالیا ہے۔ مگر فسادات اور انسانی تشدد پر قابو پانے سے قاصر ہے کیوں! ایسا کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ بچے گھروں اور رشتے داروں سے محروم ہوکر... یتیم خانوں اور آشرموں میں کیوں پہنچ رہے ہیں —— اس زمانے میں تو ایسا کچھ تھا نہیں ممدو چا ہمارے گھر آئے اور یہاں رہنے لگے... وہ پاپا کے ہم عمر تھے ان کے ساتھ کھیلتے اور مولوی صاحب سے قرآن پڑھتے۔ اردو اور معمولی حساب انہیں دادا مرحوم نے سکھا دیا تھا پاپا جب اسکول جانے لگے تو یہ دادا مرحوم کی خدمت میں رہ کر ان کے چھوٹے چھوٹے کام کرتے سیاست، مذہب اور شعر و ادب پر جو گفتگو

ہوتی وہ سنتے انہوں نے الف لیلیٰ بوستان خیال ــــ فسانۂ آزاد پڑھی تھیں گل بکاؤلی کا قصہ ان کو ازبر تھا وہ انیسؔ کے مرثیہ بہت صحیح تلفظ اور اتار چڑھاؤ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ان کا نام محمد حسین تھا مگر ان کو ممدو کہا جاتا۔ اپنے رکھ رکھاؤ کارکردگی اور سلیقے مندی سے ہمارے خاندان میں ایک جگہ بنالی تھی۔ اور جس خاندان میں بڑے چھوٹے کا فرق سختی سے برتا جاتا تھا۔ وہ نوکروں کے زمرے میں نہیں آتے تھے اور ہم بچے ان کے نام کے ساتھ چچا بھی لگاتے تھے۔ گھر کے دوسرے لوگ تو ان کو صرف منہ سے ہی چچا کہتے تھے۔ مگر میں صباحت واقعی ان کو اپنا چچا سمجھتے تھے اور میں ... ان کی محبت اور شفقت کی تلاش میں ہمیشہ ہی رہتا اور اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتیں ان سے ہی کہتا، اور وہ لاتعداد سوالات جو ہوش سنبھالتے ہی مجھے پریشان کرتے وہ بھی میں ممدو چچا سے ہی کرتا اور ان کے جواب اکثر مجھے مطمئن نہیں کرتے مگر یہ تسکین تو رہتی کہ میں نے ان سوالات کو کسی سے شیئر تو کیا ــــ مجھ پر جب بھی ڈانٹ پڑتی ممدو چچا میری کمک کو پہنچ جاتے اور میرے ساتھ اکثر وہ اس لپیٹ میں خود بھی آجاتے چچا جان جو نئے تعلیم یافتہ تھے اور لبرل ذہن رکھتے تھے جو گاندھی جی کے عقیدت مند تھے۔ اونچ نیچ کے فرق کو بالکل نہیں مانتے تھے وہ چاہتے تھے کہ ممدو چچا ان کے ساتھ میز پر بیٹھ کر کھانا کھائیں مگر چچی جان جو نواب چھر باواں کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ جہاں انسان اپنی پیدائش اور حسب و نسب سے ہی بڑا سمجھا جاتا تھا۔ جہاں بقول ان کے اس قسم کے ڈھکوسلوں کی گنجائش نہیں تھی انسان کو اپنا مقام پہچاننا چاہیے ــــ چچا جان ان سے کم ہی بحث کرتے اور ان کی اکثر باتوں کو مان لینے ہی میں انہیں اپنی عافیت نظر آتی ــــ چچی جان اور پاپا کی شادی ہوئی ــــ اور چچا جان اور امی کی۔ چھوٹی باجی امی سے زیادہ چچی جان کی بیٹی معلوم ہوتی ہیں ــــ اور میں چچا جان کا بیٹا لگتا ہوں۔ شکل و صورت میں بھی مزاج اور طبیعت میں بھی ــــ مگر شادی تو اسی سے ہوتی ہے جس سے ہونی ہوتی ہے آسمان پر بیٹھی بڑھیا

جس سے جس کی پڑیا باندھ دے اور وہ بڑھیا بالکل بڑھیا پھونس ہوگئی ہے اسی لیے اکثر غلط پڑیاں باندھ دیتی ہے اور اس نے اسی طرح غلط پڑیا ہماری بھی باندھ دی ...

میری اور زیبا کی ...

کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ میں اگر ریما سے شادی کر لیتا تو کیا وہ اتنی ہی ناکام ہوتی ؟

ریما سے شادی میں نے نہیں کی ... کیوں ... ؟

مذہب و ذات پات کی دیواریں پھلانگنے کی مجھ میں ہمت نہیں تھی ؟

یا ... میرا دل ہی اس طرف مائل نہیں ہوا ؟

یا مجھے اسکی محبت کا یقین نہیں تھا یا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ یقین نہ ہو کہ ریما جیسی ذہین اور خوب صورت محبوب صفت لڑکی واقعی اس کو چاہ سکتی ہے۔

ریما کی خوب صورتی اور دلکشی نے مجھے متاثر کیا۔ اس کی سیکس اپیل کشش نے مجھ پر اپنا جادو چلایا — مگر چند دنوں کو ... تم سے مایوس ہو کر تمہارے جانے کے بعد میں نے ریما کی گھنی زلفوں میں پناہ لینے کے لئے سوچا بھی مگر جلد ہی یہ طلسم ٹوٹ گیا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ ریما اچھی دوست ہو سکتی ہے۔ تنہا شامیں اس کے ساتھ گذاری جا سکتی ہیں۔ اس کے کاندھے پر سر رکھ کر تھوڑی دیر کو زندگی کے بوجھل لمحوں سے فرار حاصل کیا جا سکتا ہے اس سے اپنا درد دل بھی کہا جا سکتا ہے اس لیے کہ یہ اس کا کمال ہے۔ کہ اس نے مجھ جیسے، — اپنی ذات میں گم، — کسی سے کچھ نہ کہنے کے عادی انسان کو اس کی ذات کے خول سے باہر نکال لیا۔ اس کی دلداری اس کی دلنوازی سب کچھ تسلیم ... مگر اس کے ساتھ اپنی زندگی شیئر کرنے کا خیال — آیا تو مگر ... زیادہ دیر جچا نہیں ... شاید دل میں ایک کھٹک تھی شاید — وہ شبہہ ہی ہو کہ "یہ تبسم" یہ تکلم اس کی عادت ہے۔ یہ صرف میرے لیے نہیں۔ پھر تمہارا

خیال آجاتا تو ریما کی شبیہہ فوراً دھندلی پڑ جاتی اور پھر وہ معدوم ہوجاتی۔ اور بس تم سامنے آجاتیں سارے غمزوں اور عشوؤں اور اداؤں سے بے نیاز سیدھی سادی جس کی آنکھوں میں محبت کی جوت جلتی جو جیسی بھی تھی وہ میری تھی۔ اس کی ہر ادا میرے لئے تھی۔ جو جذبات و احساسات کے اظہار کے لیے خوب صورت جملوں اور چنے ہوئے الفاظ کا انتخاب نہیں کرپاتی۔ اسے جو جیسا لگتا وہ کہہ دیتی ... جو میری ہر ادا اور ہر بات کو پسند کرتی تھی ... میرے ہر دکھ.. ناکامی۔ اور ہر شکست پر دکھی ہوجاتی تھی .. مگر اسطرح کہ مجھے اس کا احساس نہ ہو ... جو دوسروں کی ناانصافیوں اور زیادتیوں کا جواب بھی دیتی اور ان کو معاف کرنے کا مشورہ بھی ..... تمہاری دردمندی ... احساس نزاکت ... سنبھلا سنبھلا —— انداز اور پھر بات بات میں آنسوؤں سے بھرے تمہاری آنکھوں کے کٹورے میری آنکھوں میں ہمیشہ کے لیے جاکر چھپ گئے اور مجھے لگا جیسے میں جنت کی تلاش میں بھٹک کر اس جگہ پہنچ گیا .. جس کی جنت کا گمان تو کیا جاسکتا ہے مگر ... وہ جنت نہیں ہوسکتی ہے —— تم اور ریما دونوں میں مقابلہ کرتا ہوں تو اختلاف زیادہ نظر آتے ہیں بجائے اشتراک کے تمہیں کیا چیز ریما کے قریب لائی شاید تمہاری وہ ضرورت جو کسی سے اپنے دل کی بات کہنے کی خواہش تم ریما سے جس دور میں ملیں وہ دور تمہاری زندگی کا وہ دور تھا۔ جب تم لڑکپن سے جوانی میں قدم رکھ رہی تھیں تم اپنی ذہنی اور جذباتی زندگی کی ہلچل اور اتھل پتھل سے پریشان اور مضطرب تھیں۔ ہم دونوں کی دوستی بہت گہری سہی مگر تم مجھ سے اپنے وہ جذبات اور احساسات تو شیئر نہیں کرسکتی تھیں۔ جو ریما سے کرتی تھیں میں تمہاری ان کیفیات کا محرم تو نہیں بن سکتا تھا ریما ایک سمجھدار ذہین تیز طرار لڑکی تھی۔ اس نے تم جیسی سیدھی سادی لڑکی کی کیفیات کا اندازہ کرلیا اور تم کو اس طرح سہارا دیا کہ تم جذباتی طور پر اس پر مکمل طور سے ڈیپنڈ کرنے لگیں۔ مجھے اس زمانے میں اس بات سے کس قدر

چڑ ہو تی تھی۔ کہ جدھر دیکھو ریما اور تم بیٹھی کھسر پھسر کر رہی ہو۔ میں اسی بات پر چڑ جاتا اور تم سے خفا ہو جاتا لاکھ منانے پر بھی نہ منتا . . . دنیا میں تم واحد انسان ہو جس سے خفا ہونیکا میں حق سمجھتا ہوں۔ میری خفگی سے تم بہت پریشان ہو جاتیں! اور میرے پیچھے گھوم گھوم کر میری خفگی کی وجہ جاننے کی کوشش کرتیں اور تم کو اس قدر پریشان دیکھ کر میرے دل میں دبی سی ایک خوشی کی لہر اٹھتی کہ دنیا میں کوئی ایسا ہے کہ جو میرے خفا ہونے پر اس قدر پریشان اور مضطرب ہو سکتا ہے۔ ریما کہتی ہے حسین بھائی تم اس سے جلتے ہو اس لیے کہ تم نہیں چاہتے کہ میں تمہارے علاوہ دوستی کروں . . . کیوں حسین بھائی سچ بتاؤ "مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے جلنے کی اپنی دوست سے کہدو کہ وہ اس غلط فہمی کو دل سے دور کر دیں"

"ضرورت ہو نہ ہو مگر حسین بھائی میں تو اس سے کہتی ہوں کہ تم اس قسم کے ہو ہی نہیں —— تم ریما سے ملو اس سے تم دوستی کر لو . . . حسین بھائی وہ بہت اچھی ہے اتنی Under Standing ہے اس میں . . . اتنی حساس اور دردمند ہے"

اور تم اس طرح ریما کی تعریف کر کے مجھے اس سے دوستی کرنے پر اصرار کرنے لگتیں

اور پھر . . . میں . . . سب کچھ بھول کر تم سے من جاتا پھر ہم ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگتے۔ نہ معلوم کیوں تمہاری قربت سے مجھ میں ایک عجیب قسم کی طاقت کا احساس ہوتا —— اور تمہارے ساتھ ہوتا تو مجھے لگتا کہ دنیا اتنی بُری نہیں ہے جتنی کبھی کبھی لگتی تھی . . . ان دنوں تمہارا قرب میرے دل کی اداسی اور ناکامی کے احساس کو نہ جانے کیسے ختم کر دیتا۔ مجھے یاد آتا ہے کہ تم کیسے کیسے میرے دل سے محرومیوں کے داغوں کی تپش کو اپنی دلداری اور دلنوازی سے کم کرنے کی کوشش کرتیں . . . جب میں امتحان میں فرسٹ کلاس نہ لاتا۔ اور گھر والوں کی لعنت وملامت سے دل گرفتہ ہوتا تو فوراً آجاتیں اور کہتیں،

حسین بھائی ارے یہ کیا بات ہوئی۔ تم یوں منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہو ضروری تو نہیں ہے کہ ہر شخص فرسٹ کلاس ہی لاتے ...،،

ہر شخص کا کیا ہے میرے بھائی بہن ...

،، ہاں تمہارے بھائی بہن فرسٹ کلاس لاتے ہیں۔

،، مگر ... وہ لوگ وہ سب نہیں کرتے جو تم کرتے ہو تم میں جو خوبیاں ہیں وہ ان میں نہیں ہیں،،

،، خوبیاں اور مجھ میں!،، میں نے حیرت سے دوہرایا۔ میری سوالیہ نظریں تمہاری طرف مرکوز تھیں۔

،، ہاں تم میں، تم نے بڑے وثوق سے کہا۔

،، میری خوبیاں صرف تم کو اور ممد وچا کو نظر آتی ہیں۔

،، نہیں سب کو نظر آتی ہیں۔ میرے پاپا تمہیں بہت پسند کرتے ہیں تمہارا آرٹسٹک مزاج، تمہاری دردمندی ــــــ ،، نشیمن،، اور گل برگ،، کے آؤٹ ہاؤس ہاؤسنر میں تم پوجے جاتے ہو۔ تمہارا نرم انداز گفتگو۔ تمہارے علاوہ سب لوگ اس قدر Loud ہیں کہ بس ... حسین بھائی اور تو اور بڑے ابا بھی تم کو چاہتے ہیں ... بس ان کا خیال ہے کہ میں ہمیشہ فرسٹ کلاس لایا تو ہر شخص فرسٹ کلاس لائے اور ان کے بچے بھی فرسٹ کلاس لائیں ــــ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ اتنے پڑھے لکھے ہونیکے باوجود وہ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ کورس کی کتابوں کو رٹ کر فرسٹ کلاس لانا کوئی بڑی بات نہیں ہے،،

، وہ غصے میں تم کو کہہ دیتے ہیں۔ اس کا ہرگز مطلب تمہاری دل آزاری نہیں ہوتا ...

،، میں تو کہتی ہوں تمہاری انگلیاں کس قدر آرٹسٹک ہیں تم پینٹنگ کیا کرو ...

تم موسیقی سیکھو ـــــ تمہیں ستار بجانا پسند ہے تم وہ سیکھو، تم شاعری کرو تمہارا تخیل بہت تیز اور اونچی پرواز کا ہے۔ حسین اور خوب صورت چیزوں کو تم کس قدر سراہتے ہو۔ یہ اسکول اور کالج کی پڑھائی ہوتی ہی اس قدر بورنگ اور غیر دلچسپ ہے۔

"تم تو جانتے ہو کہ دنیا کے بڑے بڑے آرٹسٹ اور فنکاروں نے سماج کی مروجہ فرسودہ تعلیم اور طور طریقوں سے ہمیشہ بغاوت کی ہے مگر بغاوت اور تم . ." تم تھوڑی دیر چپ ہو کر کچھ سوچتیں اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کہتیں۔

"ہاں بغاوت تم کر سکتے ہو۔ ضروری نہیں ہے کہ بغاوت گھن گرج کے ساتھ، پر شور ہو، خاموش بغاوت ـــــ اور حسین بھائی یہ بغاوت تم نے کی ہے۔ تم بچپن سے کر رہے ہو تم نے ہمارے گھروں کی اونچ نیچ کے اصولوں کو توڑا ہے ـــــ حسین بھائی تم نے سب سے پہلے مجھے اس کا احساس دلایا۔ آپ حیرت سے کیا دیکھ رہے ہیں میں سچ کہہ رہی ہوں کہ خود ہمارے گھر کے آوٹ ہاؤسنز میں رہنے والے بچے کتنی تنگی اور تکلیف کی زندگی گذارتے ہیں اور ان کے وسیلے سے تم نے مجھے ان سب غریب اور محروم لوگوں کی زندگی کے دکھوں اور محرومیوں کا احساس دلایا،" اور تم نہ جانے کیا کیا کہتی رہتیں۔ اور ہر ناکامی کے بعد تم اس طرح میرے زخمی دل پر اپنی محبت اور چاہت کا پھایا رکھتیں ـــــ میں سب کچھ بھول جاتا اور اس طرح اَن جانے ان چاہے میں تمہارے قریب آتا چلا گیا۔ چچی جان کو تمہارا میرے ساتھ اس طرح رہنا ذرا پسند نہیں تھا ـــــ میں تو نشین کی انٹلیکچول فضا اور رفارمل فضا سے گھبرا کر ممدو چچا کے کوارٹر میں پناہ لیتا۔ جہاں ڈرائیور خانساماں اور مالی کے بچے میرے پاس آجاتے اور میں ان کے ساتھ مل کر کھیلتا، ہم قریب کے تالاب میں نہانے جاتے باغوں میں سیر کرتے دوپہر کو جب میرے سب بھائی ایر کنڈیشنڈ کمروں میں آرام کرتے . . . میں اپنے دوستوں کے ساتھ غلیل لے کر چڑیوں کا شکار کرتا کبھی مچھلی پکڑنے چلے جاتے اور سب لوگ یہ سمجھتے کہ میں ممدو چچا کے ساتھ ان کے کمرے میں ہوں، ذرا دیر ہو جاتی تو ممدو چچا ڈھونڈنے

نکل آتے ... اور ... اکثر تم بھی آجاتیں کبھی چچی جان کی آنکھ بچا کر کبھی چچا جان کی مدد سے ان کی اجازت لے کر مگر جب اتوار کو تمہارا سر دھلتا اور تمہارے سر میں جوں نکل آتی تو تم پر خوب ڈانٹ پڑتی ــــــ

"اور گھُسو حسین کے ساتھ نوکروں کے بچوں میں۔ ظاہر ہے کہ وہ گندے !

"اور تم ان کی بات کاٹ کر جھنجلا کر کہتیں ـــــ"!

"نہیں وہ بالکل گندے نہیں رہتے ہیں "!

"چپ بدتمیز زبان چلاتی ہے ــ یہ سب اس میلے ہوئے حسین کے ساتھ رہنے کا اثر ہے۔"

" وہ بالکل میلے ہوتے نہیں ہیں"۔ تم پھر تڑ سے جواب دیتیں اور اس کے جواب میں عام طور سے چچی جان تمہاری پیٹھ پر ایک دھپ رسید کرتیں۔ اور اس کے ساتھ یہ حکم بھی صادر ہوتا۔"

"اب دیکھوں کیسے جاتی ہو تم حسین کے ساتھ کھیلنے ... ٹانگیں توڑ دوں گی"۔ میں تو یہ سب خود اپنے کانوں سے سُنتا رہتا لیکن نشیمن میں یہ خبریں متعدد جاسوسوں کے ذریعہ پہنچتیں۔ اماں تو اپنی جگہ بک جھک خاموش ہو جاتیں کبھی کبھی مجھے ایک دھپ مار کر تمہارے ساتھ نہ کھیلنے کی ہدایت کرتیں۔ لیکن چھوٹی باجی جواب میں تند و تیز باتیں کرتیں اور اس بات کی کوشش کرتیں کہ یہ باتیں چچی جان تک پہنچ جائیں اور متعدد جاسوسوں کی موجودگی میں یہ کچھ مشکل بھی نہیں تھا۔ میری عجب حالت ہو جاتی۔ کسی کام میں دل نہ لگتا۔ میں خود تو گل برگ بہت ہی کم جاتا۔ کہ چچی جان کی تیز نگاہیں مجھے اپنے جسم میں کانٹے کی طرح چبھتی محسوس ہوتیں۔ اس قسم کے حادثوں کے بعد چھوٹی باجی مجھ پر کڑی نگرانی رکھتیں کہ میں تم سے نہ ملوں ـــ وہ مجھ کو سمجھاتیں !

"حسین خدا کے لئے پڑھنے میں دل لگاؤ اور ان ذلیل نوکروں کے بچوں کے ساتھ کھیلنا، ہو، حق کرنا چھوڑو تم ان کے ساتھ رہ کر اس قدر گھٹیا حرکتیں کرنے لگے ہو کہ

ہمیں تو تمہیں اپنا بھائی کہتے شرم آتی ہے۔ ہمیں تمہاری وجہ سے کس قدر شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔ ہمارے پاپا کتنے بڑے آدمی ہیں ان کا کس قدر نام ہے۔"

ان کا یہ جملہ کہ "تمہیں اپنا بھائی کہتے شرم آتی ہے" میرے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگتا۔ میرا دل چاہتا کہ ان سے پوچھوں۔ کہ میں کیا حرکتیں کرتا ہوں۔ کون سی قابلِ شرم بات کرتا ہوں۔ مگر چھوٹی باجی کا بارعب چہرہ دیکھ کر میں ڈر جاتا —— پھر میں ارادہ کرتا کہ اب میں دل لگا کر پڑھوں گا اور اچھے نمبر لاؤں گا اتنے اچھے نمبر کہ سب دنگ رہ جائیں۔ میرے نزدیک صرف یہی ایک بات تھی جس پر عمل کر کے سب کو خوش کر سکتا تھا۔ مجھے خیال ہوتا کہ شاید اس طرح میں عائد کردہ الزاموں سے بچ سکوں جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں گھر میں کوئی کام خراب ہو یا جو چیز غائب ہو۔ صرف ایک ہی جملہ سب بلا کسی دقّت کے دہرا دیتے،

"حسین ہوں گے۔"

میں محنت سے پڑھ کر فرسٹ کلاس لا کر ہی اپنے گھر میں اپنی جگہ بنا پاؤں گا —— اور میں پھر ارادہ کر کے پڑھنے بیٹھ جاتا۔ جب کاپی لے کر سوال حل کرنے بیٹھتا تو حساب کے فارمولے معدوم ہو کر تمہاری روتی ہوئی شکل، سوجی ہوئی آنکھیں میرے سامنے آجاتیں —— میں ان سے نظریں چراتا تو سامنے میدان میں کھیلتے لڑکوں پر میری نظریں ٹک جاتیں۔ ان سے نظریں ہٹاتا تو یوکلپٹس پر بیٹھی ہوئی چڑیاں —— ان کی چہچہاہٹ مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے لگتی۔ وہاں سے توجہ ہٹاتا تو نیلے آسمان پر میری نظریں کچھ تلاش کرنے لگتیں —— کبھی چاند پر بیٹھی چرخا کاتنے والی بڑھیا نظر آنے لگتی —— اس طرح کتاب کھلی رہتی کاپی سامنے ہوتی، ہاتھ میں قلم ہوتا، مگر میرا تخیل مجھے نہ جانے کہاں کہاں اڑائے پھرتا ۔ ۔ ۔ ۔ اور صبو تم میرے ساتھ ہوتیں ہر جگہ ہر دم —— اذان ہو رہی ہے صبح کی پو پھٹ رہی ہے —— رات بیت گئی ایک بے خواب بے چین رات —— سر بھاری ہو رہا ہے آنکھیں درد سے پھٹی جا رہی ہیں —— رات خوب صورت تھی۔ نیند کیوں نہیں آتی —— کیوں —— نہیں آ... تی۔

اس نے ادھ مُندی آنکھوں سے سامنے کلاک پر نظر ڈالی سات بج رہے تھے۔ پورے کمرے میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی پلنگ کے دوسرے حصّے پر حسین سو رہے تھے۔ آج تو اتوار ہے آج دس بجے سے پہلے کاہے کو ــــ لاٹ صاحب اٹھیں گے ــــ مگر میں اٹھوں ان کی مِل مزاج پرسی کروں اور اس کے جواب میں ان کا طول طویل بیماریوں کا حال سنوں نشیمن کے کاموں میں خود کو مصروف کر دوں کھانا پکواؤں گھر میں آنے والے مہمانوں کی خاطر تواضع کروں۔ نوکروں کے قصّے جھگڑے نپٹاؤں گھر کی مالکن ــــ یا ہاؤس کیپر مالکن تو میں اس کے دل کی بھی نہیں بن پائی جو میرا جیون ساتھی ــــ شریک زندگی ــــ رفیقِ سفر اور جنم مرن کا ساتھی ہے کیا کیا اس نے میرا خیال کیا عزّت کی . . . قدر کی؟ ــــ میری تلخ باتوں طنز و طعن کو خاموشی سے سنا مگر مجھ سے محبّت نہیں کی ــــ محبّت وہ اب بھی صباحت سے کرتے ہیں . . . مجھے بھی کیا زُعم تھا کہ ان کے دل سے صباحت کی محبّت کا ہر نقش مٹا کر دم لوں گی اور ریمانے بھی مجھے یقین دلایا تھا کہ یہ بات میں آسانی سے کر سکتی ہوں. میں حیدر فیملی کے گلیمر سے شدید مرعُوب تھی یہ خیال ہی میرے لیے شدید خوشی اور Excitement کا باعث تھا کہ اتنے بڑے خاندان میں میرا رشتہ ہونے کا امکان ہے میں کالج میں صباحت کو روز لمبی سی امپالا سے اترتے دیکھ کر سخت مرعوب ہوتی۔ اس سے دوستی اور اس کے قریب آنے کی خواہش بھی ہوتی. مگر اس میں عجب ایک شانِ تمکنت تھی. کہ اس کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا کہ یہ کسی سے بات کرنا کسی سے ملنا اپنی کسرِ شان سمجھتی ہے۔ کالج کے اکثر لڑکے اور لڑکیاں

اس سے دوستی کرنے کے متمنی رہتے۔ مگر وہ کسی کو لفٹ نہ دیتی۔ ان کے گروپ میں ریما ہی سب سے تیز تھی اُس نے صباحت سے دوستی میں پہل کی اور اسے کامیابی بھی ہوئی اب وہ اکثر صباحت اور حسین کے ساتھ رہتی۔ اسے بھی دعوت دیتی اپنے ساتھ آنے کی۔ مگر وہ یہ کہ کر ٹال دیتی کہ وہ لوگ بڑے ہوں گے تو اپنے گھر کے ہیں کیوں ان کے پیچھے پیچھے پھروں۔

ریما اکثر ان کی صفائی پیش کرتی کہتی صباحت، بہت سوئٹ ہے اور حسین بہت دلچسپ وہ اپنی حیثیت کے لڑکے لڑکیوں میں رہتی مگر ریما اور صباحت کے گروپ میں شامل ہونے کی ایک دبی سی خواہش ضرور دل میں رہتی اور اسی لیے جب صباحت اس گروپ سے نکل گئی تو وہ اس میں شامل ہو گئی —— کاش کہ اس کی ان سے دوستی نہ ہوتی ہوتی کاش وہ حسین سے ملی ہی نہ ہوتی کاش وہ ریما کی باتوں میں ہی نہ آتی ہوتی —— تو زندگی یوں برباد نہ ہوتی —— یہ ناکامی اور محرومی کی زندگی اور اب تو روز بروز ان کی گرتی ہوتی صحت کی طرف سے ہر وقت دل کو دھڑکا لگا رہتا ہے کھانا کم سے کم ہو گیا ہے۔ دن بھر کھانستے رہتے ہیں۔ جب سے ان پر وہ الزام لگا ہے ۔انھوں نے اپنے دل پر بنا لی ہے پاپا سے کہا تھا کہ ان کا چیک اپ کرائیں انھوں نے بات کاٹ دی، بولے "میں بالکل اچھا ہوں"، پاپا یہ تو وہمی ہیں" —— اور وہ مان گئے۔ نہ جانے کیسے باپ ہیں۔ اپنی دوسری اولادوں کے لیے تو بے قرار رہتے ہیں ایک دفعہ ہفتے میں انھیں لندن اور امریکہ بات نہ کرلیں تو چین ہی نہیں آتا۔ ماں کو اپنی بیماریوں سے ہی فرصت نہیں ملتی —— میری قسمت میں ان سب کی چاکری لکھی ہے اپنا کوئی بچہ ہی ہوتا . . . ہم دونوں کی مشترکہ تخلیق —— کچھ تو ہمارے پاس ہوتا جسے ہم دونوں اپنا کہہ سکتے مگر یہ بھی بدنصیبی تھی کہ کوئی بچہ بھی نہ ہوا —— نہ شوہر کی محبت اور رفاقت ملی نہ بچے کی محبت —— اب تو ایک زمانے سے ہمارے درمیان کسی قسم کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میں تو اب بھولتی جا رہی ہوں کہ میں شادی شدہ ہوں۔ ایسی سہاگن جو سنجوگ میں بھی

بیوگ میں ہے۔

" دلہن بیگم چائے "۔۔۔ بُوا چائے لیے کھڑی تھیں۔

" رکھ دو "۔۔۔ اس نے آنکھیں کھول کر ایک لمبی سی جماہی لی۔

" اماں کو دودھ دے دیا اور دیکھو پاپا کے اولیٹن میں شکر نہ ڈالنا "

صبح اٹھ کر ذرا بھی تازگی کا احساس نہیں ہوتا جسم پھولتا جا رہا ہے خون کی کمی سے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ٹہلو ٹہلو ۔۔۔ ورزش کرو ۔۔۔ عباس کے ساتھ کیا زندگی اس سے مختلف گزرتی؟ وہ بھی کیا زمانہ تھا جب وہ عباس کے بغیر زندہ رہنے کا تصوّر بھی نہیں کرتی تھی۔ اس نے کیا خواب دیکھے تھے۔ کیا کیا پلان بناتے تھے۔ اس کو نہ زیادہ پڑھنے کا شوق تھا نہ کیریئر بنانے سے دلچسپی ۔۔۔ اس کی تو بس یہ تمنّا تھی کہ اس کا ایک خوب صورت اسمارٹ چاہنے والا شوہر ہو اور پیارے پیارے بچّے بس یہ کچھ ایسی توقعات تو نہیں تھیں جو پوری نہ ہو سکتیں ۔۔۔ عباس کو پاکر لگا تھا کہ شاید توقعات پوری ہو جاتیں ۔۔۔ ریما نے بھی اس سے کہہ دیا تھا۔ کہ عباس سیریس نہیں ہے۔ وہ بس اس کے ساتھ وقت گزار رہا ہے۔ اس نے اس بات پر کسی طرح یقین نہیں کیا تھا۔ اور خود کو عبّاس کی محبت میں کھو دیا تھا۔ آبا اماں کو بھی بڑی اُمید تھی کہ عباس اس سے شادی کرلے گا مگر جب وہ فائنل میں تھی تو اس پر اس تلخ حقیقت کا انکشاف ہوا۔ کہ ریما سچ کہتی تھی۔ اور یہ جان کر اس کی آنکھوں میں دنیا اندھیری ہو گئی تھی اسے لگا تھا کہ دنیا میں محبت و وفا نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کا انسان پر سے بھی اعتماد اُٹھ گیا تھا۔ کسی پر بھروسہ نہیں رہا۔ مگر اس وقت ریما نے اپنی محبت و ہمدردی کا سہارا دیا ۔۔۔ اس نے اسے سمجھایا کہ عباس ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ وہ اس کو اپنی سچّی اور گہری والہانہ محبّت کا مرکز بنائے۔ وہ بہت خود غرض خود پرست اور فلرٹ تھا ۔۔۔ اس نے تو ریما سے بھی اظہار عشق کر دیا تھا ۔۔۔ ریما نے اسے یہ بھی سمجھایا کہ عام طور پر لڑکیاں اس قسم کے دھوکے کھاتی ہیں ۔۔۔ اس لئے وہ اپنی جان پر کیوں بناتی ہے وہ خوش شکل ہے سلیقہ مند ہے

دل کش ہے کوئی وجہ نہیں کہ اسے مناسب شریک حیات نہ ملے۔ اس وقت سے اب
تک ریما اس دوستی کو نبھا رہی ہے۔ اور پھر صباحت کی شادی ہوگئی۔ ریما نے
بتایا حسین بہت دل شکستہ ہے وہ صباحت سے محبت کرتا تھا مگر صباحت نے
اسے ٹھکرا دیا۔

"تم حسین سے شادی کرلو"، اس نے ریما سے کہا۔

"میں؟"، ریما نے حیرت سے کہا تھا۔

"ہاں کیوں؟"

"نہیں! زیبی یہ کیسے ہوسکتا ہے میں تو تمہارے لیے سوچ رہی تھی۔"

"ریما یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"کیوں... حسین کے ساتھ تم بہت خوش رہو گی زیبا۔"

"نہیں ریما — کبھی نہیں ہرگز نہیں تم کبھی یہ سوچنا بھی نہیں"

"نہیں مجھے صباحت اور تمہارے ٹھکرائے ہوئے انسان کی ضرورت —
— نہیں ہے۔" اور اس دن اس کی ریما سے زوروں سے لڑائی ہوئی تھی۔ اسے
اس وقت تک یہ یقین تھا کہ اس کی شادی کسی بڑے گھرانے میں ہوجائے گی۔ اس
نے ایک عارضی نوکری بھی کرلی تھی کہ اچھا جہیز بنا سکے کیوں کہ ابّا تو دو بہنوں کی
شادی کرکے خالی ہاتھ ہوچکے تھے — بس پنشن کا سہارا تھا۔ مگر وہ یہ بھول گئی
اس کے پیام کس طرح آتے... کیا تھا! اس کے باپ کے پاس نہ پیسہ، نہ نام اور پھر
آخر میں اس کو ریما کی بات ماننی ہی پڑی۔

ریما اپنی کامیابی پر بہت خوش تھی۔

"مگر دوست یہ کیا ضروری ہے کہ حسین مجھے پسند کرلیں۔"

دیکھو بھئی! پسند و سند تو وہ ضرور کریں گے۔ مگر اس کے لیے تمہیں محنت کرنی
پڑے گی حسین کا معاملہ یہ ہے کہ اس کو خاندان میں سب لوگ Look down
کرتے ہیں اور صباحت کو اسی لیے اس سے شدید ہمدردی تھی۔ مگر حسین کو یہ یقین

ہے کہ صباحت اس سے محبت کرتی تھی ــــــ

سنو تم لوگوں کے یہاں یہ عجیب رواج ہے کہ بہن کے ساتھ بھی شادی "ــــ!

"بہن تو مت کہو کزن کہو "

"کزن اور بہن میں کیا فرق ہوتا ہے "

"ہوتا تو بہت ہے مگر یہ سچ ہے کہ کزن سے شادی کا رواج کچھ اچھا نہیں لگتا"

"حسین مجھے بہت چاہتا ہے میری قدر کرتا ہے اور میری بات مانتا ہے وہ تم سے شادی پر ضرور راضی ہو جائے گا "

ریما نے بہت اعتماد سے کہا تھا ــــ مگر تمہیں بھی اس کے لیے کچھ محنت کرنی پڑے گی حسین کو یہ یقین دلانا پڑے گا کہ تم اسے چاہتی ہو۔ شدید ایڈ مائر کرتی ہو۔ تم میں محبت کرنے کی زبردست صلاحیت ہے دوست "

" صلاحیت کی بھی ایک ہی رہی ــــ" وہ ہنس پڑی تھی۔ اس کے دل میں بھی یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ مرد کسی سے پائدار محبت کم ہی کرتے ہیں۔ اس نے سوچا تھا کہ دو شکستہ دل شائد بہتر طریقے پر ایک دوسرے کی چارہ گری کر سکیں گے۔ اور یہ درد مشترک ان دونوں کو قریب آنے میں مدد کرے گا۔ انسان کیسے کیسے اپنے کو دھوکے دیتا ہے اور یہ دھوکے کھانا میری مجبوری تھی۔ مجھ جیسی متوسط طبقے کی لڑکی کے لئے خاص طور سے ــــ اماں آبا نے اپنی پسند کی شادی کرنیکی اسکو خوشی سے اجازت دے دی تھی اس نے کتنی لڑکوں سے دوستی کی مگر وہ سب صرف دوستی کرنا چاہتے تھے۔ شادی کے لیے ان کے معیار دوسرے تھے۔ اماں باری ان سب دوستوں کی آؤ بھگت کرتیں عباس کی انہوں نے کیا کم خاطرداریاں کی تھیں ــــــ مگر حسین ان سب سے مختلف تھے۔ وہ اس کے گھر کم ہی آتے تھے۔ اکثر اس کی ملاقات ریما کے گھر ہوتی وہیں اس نے پہلی دفعہ حسین سے اظہار عشق کیا تھا۔ جس سے وہ بوکھلا گئے تھے ــــ پھر ریما اکثر اس طرح کے موقع فراہم کرنے لگی ــــ میرا رواں رواں ریما کا احسان مند تھا۔ مگر اب کبھی کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے

کہ ریمانے یہ سب اس کی محبت میں نہیں کیا ـــــ بلکہ وہ تو بس ایک مہرہ تھی
ـــــ مگر نہیں! شاید یہ میری بدگمانی ہے۔ مگر ریما صباحت سے اتنی دوستی کے
باوجود ایک احساس رقابت رکھتی ہے ـــــ کیوں؟ نہیں معلوم مجھے اس پر
کوئی شک نہیں مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس کی حسین سے صرف دوستی ہے اور
کچھ نہیں ـــــ صباحت اتنی مغرور سی ہیں کہ خواہ مخواہ ان سے لوگوں کو چڑ سی ہو جاتی
ہے۔ مگر چڑ اور دوستی ... ہاں ـــــ کبھی کبھی یہ دونوں ساتھ ساتھ چلتی ہیں
مگر کیوں! انسان کی پیچیدہ نفسیات ـــــ جسے میں کم از کم سمجھنے سے ہمیشہ قاصر
رہی۔ حسین کو اپنی محبت کا یقین دلانے کو اس نے کیا کیا جتن کیے وہ اکثر اس سے
ملتی ـــــ اس کو لمبے لمبے خط لکھتی فون کرتی ... ہر اس جگہ جہاں ان کے ملنے
کی امید ہوتی پہنچ جاتی حسین نے شروع شروع میں بہت بے نیازی کا اظہار کیا۔
بلکہ بے یقینی کا پھر بے رُخی کی منزل آئی اور جب ریما نے پھر بھی ہمت نہ ہاری تو ان کو
خطوں کا جواب دینا پڑا، ملنا پڑا، فون ریسیو کرنا پڑے ـــــ بقول اُن
کے وہ کسی کی محبت و چاہت کو ٹھکرانے کا گناہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایک
خط میں اس نے لکھا تھا کہ صباحت کتنی بدنصیب تھیں کہ انہوں نے آپ جیسے
انسان کو ٹھکرا دیا۔ جانِ من تم ضرور اس کو چاہنا مگر مجھے اس کی اجازت دیدو
کہ میں تمہیں چاہوں" اس کا جواب انہوں نے دیا ـــــ مجھے اب تک یاد ہے
آپ مجھے پسند ہیں میں آپ کی قدر کرتا ہوں صباحت کے بارے میں جو آپ نے
لکھا وہ صحیح ہے کہ نہیں ـــــ یہ بات الگ ہے مگر میں اس کو موضوع گفتگو بنانے
کی اجازت کسی کو نہیں دیتا ہوں۔ میرا ماضی میرا ہے وہاں کوئی کیوں آتے"
اس خط کو پڑھ کر میرا دل ٹوٹ گیا ہمت جواب دے گئی تھی۔ اور حسین کو بالکل
دل سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ ریما آ گئی اس کی گود میں سر رکھ کر میں نے گھنٹوں
آنسو بہائے تھے۔ ریمانے حسین کو بہت بُرا بھلا کہا تھا۔ وہ خط پڑھ کر دل گرفتہ
بھی ہو گئی تھی۔ مگر دوسرے دن اس نے خط کے جو معنی اسے سمجھائے وہ اس سے

بالکل برعکس تھے۔ ریما نے ایسا کیوں کیا؟ ریما کے کہنے پر اس نے نئے سرے
سے حسین کے در دل پر دستک دینی شروع کر دی تھی کہ وہ کبھی تو ''وا'' ہوگا
اسے حسین کی یہ بات دل سے پسند تھی۔ کہ حسین نے اس سے کبھی جھوٹ نہیں بولا
کبھی دھوکہ نہیں دیا۔ وہ اس سے بہت سے وعدے کر سکتا تھا۔ بہت سے خواب دکھا
سکتا تھا۔ حسین نے جو کہا وہ کیا یہ تو اس کی بیوقوفی تھی کہ وہ یہ سمجھتی تھی کہ حسین جو
کہہ رہا ہے وہ کرے گا نہیں۔ اس کے لیے یہ بات ہی ناقابل یقین تھی کہ کسی
مرد کے لیے اپنی پہلی محبت اس قدر اہم ہوگی اس کے نقش اتنے گہرے ہوں گے
نہ محبوب کی بے رخی و بے وفائی اس کو مدہم کر پائے گی، نہ وقت، نہ کسی کی محبت
وچاہت پھر اسے اپنا خیال بھی تو آتا تھا کہ آخر وہ بھی تو حسین کو پسند کرنے لگی
تھی پہلے جو حسین بالکل ناقابلِ توجہ لگتا اب اس کی ایک ایک بات ایک ایک
ادا دل کو اپنی طرف کھینچتی پھر اسے بھی تو یہ ایک مفروضہ ہی لگا تھا کہ عورت دنیا
میں ایک دفعہ ہی محبت کرتی ہے صرف ایک دفعہ اور مجھے لگنے لگا کہ جو بات
میں ایک منصوبے کے تحت کر رہی تھی۔ وہ میرے دل کی بات بن گئی اور آخر
حسین کو ہتھیار ڈالنے ہی پڑے۔ اور اس خبر نے اسے خوشی سے دیوانہ بنا دیا۔
وہ واقعی نشمین بیاہ کر جائیگی حیدر گھرانے کی بہو کہلائے گی۔ وہ ریما سے لپٹ گئی
تھی'' یہ سب تم نے کیا ہے ریما تم نے صرف تم نے''

''ارے، پاگل تیری تپسیا سپھل ہوئی ہے'' ریما کا چہرہ خوشی سے لال تھا اور
واقعی وہ اسے اپنا ہی کارنامہ سمجھتی تھی ـــــ اس دن اسے ریما کی عظمت کا
احساس ہوا تھا کہ جو دوسروں کی خوشی سے اس طرح خوش ہو رہی ہے کہ جیسے یہ اس
کی خوشی ہو مگر اس کی خوشی کے پیچھے ان جانے اس فتح کا احساس بھی تھا کہ اس نے
صباحت کو زک دے دی ممکن ہے بھتی'' یہ صرف میری بدگمانی ہو مگر مجھے'' لگا ضرور
اس نے حسین کی زندگی میں اس عزم و یقین سے قدم رکھا کہ وہ اسے اتنی
محبت اور اتنی چاہت دے گی کہ اسے صباحت کو بھولنا ہی پڑے گا۔ مگر وہ ایسا

نہ کر سکی حسین کے ذہن و دل پر صباحت کی اس قدر گہری چھاپ تھی کہ وہ مٹ ہی نہ سکی وہ اَن جانے اَن چاہے ہر بات میں اس کا مقابلہ صباحت سے کرتے رہے اور اس کو وہ جگہ نہ مل پائی جو ہر عورت کو اپنے شوہر کے دل میں ملتی ہے گھر میں ملتی ہے۔ اور اس ناکامی نے اسے بدمزاج اور چڑچڑا بنا دیا جس سے حسین خوف کھانے لگے! انہوں نے اس کے ہر طعنے۔ ہر تلخ بات کا جواب خاموشی سے دیا ــــ ریما نے بہت کوشش کی کہ ان کے تعلقات بہتر ہو جائیں مگر اس نے ریما کو دخل اندازی کرنے سے بالکل منع کر دیا کہ وہ اب حسین کو پانے کے لئے کوئی وسیلہ نہیں چاہتی تھی۔

ارے چائے ٹھنڈی ہو گئی! ــــ

اس نے ڈریسنگ گاؤن پہنا اور قد آدم آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر ٹھٹھک گئی بالوں کے سامنے کی کتنی لٹیں سفید ہو رہی تھیں آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے ناک کے دونوں طرف جھریوں کا ہلکا ہلکا جال بچھا ہوا تھا۔ "تو یہ میں ہوں" زیبا فاطمہ ــــ! جس سے زندگی نے کیا کیا خوب صورت وعدے کیے تھے اور اس نے ہر وعدے پر اعتبار کر لیا تھا۔

"دلہن بیگم، بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں،، بوا کہہ رہی تھی۔

---

اب لگتا ہے وقت بہت کم ہے صباحت تم سے ملنے اور بہت کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے وہ سب جو میں تم سے چاہ کر بھی نہ کہہ سکا۔ تم جس نے قدم قدم پر مجھے سہارا دیا۔ مجھ جیسے انسان کو جو کسی قابل نہیں تھا۔ ناکام ناکارہ شکست کھایا ہوا

تمہاری محبت کی جوت سے دمکتی آنکھیں مجھے جینے کا پیام دیتی تھیں ...

میں کبھی تم سے یہ نہیں کہہ سکا کہ میں تم کو دیوانگی سے چاہتا ہوں تمہارا خیال ایک منٹ کو میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ میں تمہاری ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب رہا ہوں تمہاری آواز سننے کو بیقرار رہا ہوں میں نے گھنٹوں اس راہ کو تکا ہے جس پر چل کر تم مجھ سے ملنے آتی تھیں۔ اور جب تم گل برگ چھوڑ کر چلی گئیں تو تمہاری جدائی میں، میں کس قدر مضطرب رہا ہوں تمہیں کھو دینے کے غم نے مجھے کس قدر بے حال کر دیا تھا۔ تمہاری جدائی میں میں نے اپنی بے شمار راتیں اس طرح کاٹی ہیں جیسے ایک پل ایک یگ بن گیا ہو۔ کوئی مجھ سے پوچھے کہ محبت کے آگ کے دریا کو پار کیسے کیا جاتا ہے۔

بارہ بج گئے ہیں اب سو جاؤ زیبا کہہ رہی تھی جذبات سے عاری آواز جس کا

وہ عادی ہوچکا ہے مگر پھر بھی دل کو عجب طرح کی تکلیف پہنچتی ہے۔
زیبا نے دوا کی گولی اس کے ہاتھ میں دیں۔ اور خود بوتل سے پانی نکالنے لگی حسین نے گولی اپنے ہاتھ میں دبالی۔ زیبا کے ہاتھ سے گلاس لے کر پانی پیا لیمپ بند کیا کھڑکی بند کی اور لیٹ گیا۔ اس طرح وہ زیبا کو یہ اطمینان دلا سکتا ہے کہ وہ سو رہا ہے اور شاید خود کو بھی۔
کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ میرے بعد پاپا کا کیا ہوگا امّی کی صحت بہت کمزور ہوگئی ہے۔ اس حالت میں اور پھر زیبا وہ ... وہ شاید... شاید مگر اب وہ کیسے نئی زندگی شروع کرسکتی ہے Now it is to late میں نے زیبا سے شادی کیوں کی اپنی زندگی کا سب سے غلط فیصلہ ——— ! کیا غلط ہے کیا صحیح ہے ہم نے کیا غلط کیا اس کا فیصلہ ہم کچھ غلط کئے بنا۔ کیسے کرسکتے ہیں، زندگی کا آفتاب لبِ بام ہے کاش تم سے مل سکتا اور مل کر وہ سب کہہ لیتا جو ——— جو... صباحت، ریما ——— زیبا تینوں چہرے اس طرح گڈمڈ ہو گئے یہ ...
یہ پہچاننا مشکل ہے کہ کون ——— کون ہے؟ زے با ——— صاباحت ———
دے ما ——— صباحت تم ہمیشہ کی طرح دوڑ کر مجھے سنبھالو ——— سنبھال —
لو نیند کی گولی اپنا اثر کر رہی تھی ——— زیبا کے ہلکے ہلکے خراٹے بھی مل گئے ———
گھڑیال نے ——— ایک بجایا ——— جاگتے رہو ——— چوکیدار کی آواز آئی ———

○

آج امّی کی طبیعت بہتر تھی، آج زیبا نے بوا کی مدد سے ان کو باہر دھوپ میں نکالا تھا۔ وہ تخت پر تکیوں کے سہارے بیٹھی تھیں۔ پاس آرام کرسی پر پاپا بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ زیبا دوسری کرسی پر بیٹھی نٹنگ کر رہی تھی۔ اس نے

اپنے کمرے کی کھڑکی سے برآمدے میں جھانکا یہ منظر دیکھتے دیکھتے مرقع میں بدل گیا اور پھر ایک پینٹنگ اسے لگا اب اس میں اس کی جگہ نہیں ہے۔ یہ یوں ہی ٹھیک ہے اس کے چند دنوں بعد یوں ہی رہنا ہے۔ اپنے خاندان میں اسے زائد ہونے کا احساس ہمیشہ سے رہا تھا۔ زائد سے زیادہ ان مل بے جوڑ جس فیملی گروپس میں وہ نہیں ہے، وہ کس قدر مکمل کتنا خوش خرم لگتا ہے ایک پرفیکٹ خاندان کی تصویر اس کی شمولیت نے ہمیشہ اس میں عدمِ توازن پیدا کیا تھا وہ...... وہ نہ ہوتا تو... اور اگر تھا تو ان جیسا ہوتا مگر یہ سوچ کر کہ وہ ان جیسا ہوتا اس کا دل گھبرانے لگتا۔ جب گھر میں مہمان آتے۔ مستقل یا تھوڑی دیر کے لئے اس وقت یہ احساس اور بڑھ جاتا ـــــ وہ سب بھی حیران ہوتے اجنبی لوگوں کو بار بار یہ پوچھنا پڑتا کہ واقعی یہ آپ کا بیٹا ہے ـــــ سچ کہو یہ بھی تمہارا بھائی ہے ـــــ اسی لئے اس نے ان موقعوں پر غائب رہنا شروع کر دیا ویسے بھی بچارے پاپا کو بڑی دقت ہوتی کہ وہ اپنے تینوں بچوں کے کارنامے سنا کر اس کی طرف دیکھتے اور اداس ہو جاتے اور اس کا دل بہت کڑھتا ـــــ اسی لیے اس کی پناہ گاہ ممدو چچا کا کمرہ ہوتا جو اسے میرا لال اور میرا چاند کہتے اور جہاں تمہاری رفاقت سب کچھ بھلا دیتی ـــــ گرمی کی چھٹیاں ہوتے ہی چچا ابا پھوپی اماں خالہ جان کے گھروں سے بھائی بہنوں کے بلاوے آنے لگتے "بلال میاں کو کچھ دنوں کو یہاں بھیج دو۔"

"سارا بی بی کو دیکھے بہت دن ہو گئے۔"

"سعیدہ بی بی کو بچیاں بہت یاد کرتی ہیں۔"

مگر اس کا ذکر کہیں نہیں ہوتا۔ ایک دن دبی زبان سے اس نے امّی سے شکایت کی تو انہوں نے کہا "اچھا ہی ہے کوئی تم کو نہیں بلاتا جہاں جاؤ گے کھٹکو گے...."

کیوں اماں؟

"تمہاری حرکتیں ہی ایسی ہیں کھانے کی چیزیں تم چراتے ہو پیسے تم لوگوں

کی جیبوں اور پرسوں سے نکالتے ہو۔"

وہ اماں ... وہ ہم اپنے لئے تھوڑی لیتے ہیں بچارے وہ غریب بچے۔

"چپ رہو ——— کیا تم نے ان سب کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔"

"مگر اماں ہمارا دل جو کڑھتا ہے اماں وہ بھی تو ہماری طرح ہیں۔"

"ہیں تو ہوا کریں انہیں اللہ میاں نے ایسا ہی بنایا ہے" چھوٹی باجی جانے کہاں سے آکر گفتگو میں شامل ہو جاتیں۔

"اللہ میاں نے کیوں انہیں غریب بنایا ہے۔"

"بس یہی تو تمہاری بے وقوفی ہے۔"

"امی چھوڑیئے حسین تو ہے ہی ایڈیٹ۔"

ایڈیٹ ... ایڈیٹ کی تکرار گھنٹوں پریشان کرتی۔ امتحان کے زمانے میں وہ ہمیشہ بیمار پڑ جاتا ——— نمبر اچھے نہیں آتے پھر رفتہ رفتہ فیل ہونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ جب وہ میٹرک میں سیکنڈ کلاس پاس ہوا تو اس سال چھوٹی باجی نے بی۔ اے میں اور بڑی باجی نے ایم۔ اے میں ٹاپ کیا تھا۔ اور بھائی جان نے امتیاز کے ساتھ ایم۔ ڈی کیا تھا ——— پھوپی اماں نے اگر یہ کہا تھا تو کیا غلط کہا تھا ———؟

"اے ہے میرے اتنے قابل بھائی کا بیٹا اور سیکنڈ کلاس پاس ہو ——— ارے ہمارے ابا جان سدا فرسٹ کلاس لاتے پھر اللہ رکھے بھائی یہاں سے لے کر ولایت تک ان کی ذہانت اور قابلیت کی دھوم تھی۔ مجھ نگوڑی نے تو میٹرک ہی کیا ہے۔ مگر ہر کلاس میں فرسٹ کلاس پایا ——— اے ہے حسین بیٹے تم نے کیسا خاندان کا نام ڈبویا ہے کیا کہوں ننہال کا اثر ہوگا ———"

اماں ان کے سامنے تو خاموش رہتیں مگر ان کا سارا غصہ اس پر اتار دیتیں۔ اور اس کو یہ برا لگتا کہ اماں کو اس کی وجہ سے یہ سب سننا پڑتا ہے۔ میں ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر رونے لگتا پھر ممدو چچا آکر لے جاتے ——— اپنی

محبت اور شفقت سے میرے زخمی دل پر پھایا رکھنے پھر تم آجاتیں ــــ کبھی کامک پڑھ کر سناتیں ــــ کبھی بیڈ منٹن کھیلنے کی فرمایش کرتیں ــــ اور میں تھوڑی دیر کو سب کچھ بھول کر تمہارے ساتھ کھیل میں مگن ہو جاتا ــــ"

نعمت خانے سے مٹھائی غائب ہے؟

حسین نے لی ہو گی۔

فرج سے کیلے کس نے نکالے ؟

حسین نے نکالے ہوں گے۔

میرا پیڈ کہاں ہے ؟

حسین نے لیا ہو گا۔

اکثر محمد چچا اور کبھی کبھی تم میری صفائی دیتیں تو تم لوگوں پر ڈانٹ پڑتی ــــ"

تم نے اسے بگاڑا ہے اماں کہتیں

تم اس کی غلط طرفداری نہ کیا کرو۔ چھوٹی باجی بگڑتیں۔

ہم بالکل طرفداری نہیں کرتے ہمارے لیے تم سب برابر ہو۔ جو بات انہوں نے کی ہی نہیں۔ لو وہ کرتا ہے تبھی تو کہا جاتا ہے۔ بڑی باجی موٹی سی کتاب پر نظر جمائے اظہار رائے کرتیں ــــ"

جب وہ نہیں کرتے تب بھی ان کا نام لگا دیا جاتا ہے ــــ"

اچھا آپ کو کیا مطلب ؟

آپ کیوں بیچ میں بول رہی ہیں ؟

چھوٹی باجی چڑ کر کہتیں

کیوں ؟

کیا حسین بھائی میرے بھائی نہیں یہ میرے بڑے ابا کا گھر نہیں ہے ؟

اے بیٹا بڑی بہن سے یوں بات نہیں کرتے ممدو چا ہمیشہ ٹوکتے۔

یہ ہیں کس ماں کی بیٹی ؟

اور آپ ؟

مگر چھوٹی باجی تم کو ڈانٹتیں تو تم آنکھوں میں آنسو بھرے چلی جاتیں۔ میں کڑھا کرتا کہ میری وجہ سے یہ سب ہوا۔

گلبرگ میں چچی جان کے پوچھنے پر بھی تم یہ نہ قبولتیں کہ تمہاری چھوٹی باجی سے جھڑپ ہوئی ہے ——

امّی جان آپ کے جاسوس نہایت ناقص ہیں۔ میرے کوئی جاسوس نہیں ہیں۔

چچی جان بگڑ کر کہتیں۔

تو پھر نشیمن کی ایک ایک خبر آپ تک کیسے پہونچتی ہے ؟

بلکہ وہ بھی جو نہیں ہوتا ——

"چپ رہو نالائق تمہاری زبان بہت چلنے لگی ہے"۔

"بھیّا تمہارا خط ممدو چا کہہ رہے تھے"۔

"جان من !

"امید ہے کہ تم اچھے ہو گے میں اگلے ہفتے ایک کانفرنس میں دہلی آرہی ہوں۔ رنجیت ہوٹل میں ٹھہروں گی۔ ——"

"تم سے ملاقات ہو گی ؟

"میں نے اس کانفرنس میں شرکت قبول ہی اس لئے کی ہے کہ یہ دیارِ محبوب میں ہے۔ بندرابن ہوتی آؤں گی ریما ——"

"دیارِ محبوب —— دیار محبوب"

اسے وہ نظم یاد آگئی جو ریما اسے سنایا کرتی تھی —— اسے اردو زبان اردو شاعری سے عشق ہے۔ کہتی ہے اس میں دل کے معاملے بہت اچھی

طرح بیان ہوتے ہیں ــــ"

دیارِ محبوب کی ہواؤ مجھے نہ اس طرح بلاؤ
اداس ہیں روز و شب تو کیا ہے
بجھا ہے سازِ طرب تو کیا ہے
جو نغمگی کھو گئی فضا میں
نہ اس کو سازِ جنوں پہ گاؤ
یہی تقاضائے مصلحت ہے
کہ دل کی آرزوؤں کو تابع عقل ہوش کر لوں

بیقراریٔ دل کو قرار کی بیڑیاں پہنا لوں ریما کی محبت اور اس کا والہانہ پن وقت کے ساتھ کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ بغیر کسی توقع کے یا بدلے کے چاہے جانے کی ادا بس اسی کی ہے ــــ"

" وہ مجھے کیوں چاہتی ہے کیا بات ہے مجھ میں ؟

" میرا جیسا تہی دست انسان کسی کو کیا دے سکتا ہے اس دریدہ دامن میں ہے کیا ؟ ریما بھی تمہارے وسیلے سے میری زندگی میں آئی تم ریما کی تعریفوں کے پل باندھا کرتی تھیں میرے سامنے ــــ تم اس کی ایک ایک بات مجھے بتاتیں بات بے بات پیچھے ریما کا ذکر کرتیں۔ "ریما کہہ رہی تھی" تمہارا تکیہ کلام ہو گیا تھا وہ کالج کے علاوہ اکثر گھر بھی آجاتی ــــ وہ بھی تمہارے ساتھ حسین بھائی کہتی۔ مجھ سے بے تکلفی سے ملتی ہنسی مذاق کرتی ــــ"

" ریما بہت اچھی ہے نا ــــ" ؟

" تم سوال کرتیں"

" ہوں"

" میں جواب دیتا"

" کتنی اسمارٹ اور خوبصورت ہے، میں چپ رہتا ــــ"

اس دن یونین کے فنکشن میں کتنی اچھی لگ رہی تھی

"کب ؟

ارے اس دن بھئی جس دن یونین کا فنکشن تھا۔

مجھے یاد نہیں۔

حد ہے حسین بھائی آپ بھی ـــــ بس مجھے نہ جانے کیوں گھورے جا رہے ہیں تم چڑ کر کہتیں اور کوئی دوسری بات چھیڑ دیتیں ـــــ"

میں خواہ مخواہ ہی ریما سے چڑا چڑا رہتا کہ میری اور ریما کی دوستی ہو جائے اس کی خوش ذوقی۔ اس کی دردمندی اس کی انسان دوستی ـــــ اور پھر ریما میرے قریب آ گئی ـــــ اس نے یہ جان لیا کہ مجھے بھی ایک راز دار کی ضرورت ہے اس نے نہ جانے کیسے مجھ سے یہ بات کہلوالی۔ مجھے اس بات کا احساس دلایا کہ میں تمہیں چاہتا ہوں جی جان سے اور تم ہو بھی اس قابل ـــــ صباحت مجھے تو ریما کے قریب صرف ایک بات لائی وہ اس کی تم سے محبت اور پسندیدگی ـــــ تمہارے بارے میں کسی سے باتیں کرنے کی آرزو ـــــ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ تم دونوں کی دوستی اب بھی قائم ہے وقت کا فاصلہ اور زندگی کے مختلف ڈھرّے اس کو ختم نہ کر سکے ـــــ تم دونوں اکثر ملتی ہو دکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتی ہو اگرچہ اس میں شدت ریما کی طرف سے ہے شاید اس لیے کہ وہ آزاد اور خود مختار اور تم پابند ـــــ ریما کا دل کتنا وسیع ہے وہ جو سب سے محبت کرتی ہے مگر خود کسی سے کچھ طلب نہیں کرتی توقع نہیں کرتی اس کی زندگی تنہا اور اداس ہے وہ کس آن بان سے اسے گذار رہی ہے۔

کبھی کبھی مجھے یہ خیال یہ احساسِ جرم ضرور ہوتا ہے کہ میں اس کی محبت کا جواب یوں نہ دے سکا۔ میں اسے کچھ بھی نہ دے سکا۔ میرے پاس تھا ہی کیا جو دیتا ـــــ"

ارے تم یہاں بیٹھے ہو ؟

" اس نے خط جیب میں رکھ لیا" ——

" ہاں کہو"۔

رائے صاحب آئے ہیں پاپا شاید اپنی ناول لکھوا رہے ہیں

تو ......" ؟

اس نے چڑ کر کہا ——

تو کیا ——

تم جاکر ان سے کہو ——

کیا کہوں ——

اس نے بات کاٹی

یہی کہ زندگی بھر تمہارے ساتھ ہر طرح کی ناانصافی ہوئی مگر اب ...... ؟

میرے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوئی۔ اس نے آہستہ سے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔

کوئی ناانصافی نہیں ہوئی ——

زیبا نے اسی انداز میں اس بات کو دہرایا ——

عجیب تماشہ کا انسان ہے جانے کس مٹی کا بنا ہے کسی بات کا احساس ہی نہیں ہے "میرے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوئی" تم نے کہا اور میں نے مانا —— اگر ناانصافی نہیں ہوئی —— تو سب بھائی بہن کیوں عیش کر رہے ہیں اور تم —— سدا ماں باپ نے فرق کیا اور انہوں نے جھٹلایا جتنا بھاری زیور تھا وہ بڑی بہو کو چڑھا دیا جو نہ اپنے ملک کی نہ مذہب کی اور جو بچا چھوٹی باجی کو دے دیا —— اور جھمکیاں یہ کہہ کر بڑی کے لئے رکھ لیں کہ اس نے شادی نہیں کی تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ اسے کچھ ملے ہی نہیں بس مجھے ایک سیٹ چڑھایا اور زمرد کی بالیاں —— اور دل کی تسلی کو کہہ دیا کہ بالی پہنئے اور نیکلس بھی تمہارا ہے میرے بعد —— اب دیکھنا جائیداد میں بھی یہی ہوگا۔ حالانکہ یہ سوچنا چاہیئے کہ ان لوگوں کو کس جہیز کی ضرورت ہے ہزاروں

کمارہے ہیں۔ اب یہی سوچیں کہ میں یہ پہاڑسی زندگی کیسے کاٹوں گی۔ کوئی نہ آگے ہے نہ پیچھے۔ مجھے تو اپنی تقدیر کا لکھا سامنے نظر آرہا ہے ——اور زیبا نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔

○

O

وہ ریما سے کب ملا تھا ــــــ ؟

شاید مئی میں جب وہ اسٹیٹس جا رہی تھی ــــــ تھوڑی دیر کو زیبا بھی ساتھ تھی واپسی میں وہ اس سے مل نہیں سکا تھا۔ ریما گاہے گاہے اسے یاد کرتی رہتی ہے۔ کبھی خط لکھ کر کبھی فون کر کے۔ کبھی مل کر۔ وہ اس کے اظہارِ محبت کا صرف جواب دیتا ہے مگر وہ سادہ دل اسی پر خوش ہے۔ تھری وہیلر ایک جھٹکے سے رکا۔ ہوٹل آگیا تھا اس نے ریسپشن سے ریما کو فون کیا۔ وہ اوپر گیا لفٹ کے پاس ریما کھڑی تھی ہمہ تن انتظار اسے دیکھ کر کھِل جانے کا پرانا انداز اس نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے نرم و نازک خوبصورت ہاتھ۔

" کیسے ہو ؟

" تمہیں کیسا لگ رہا ہوں "۔

" مجھے تو تم ہمیشہ ہی اچھے لگتے ہو مگر یہ گرے سوٹ کے ساتھ گرے مفلر کیوں باندھ رکھا ہے ؟

" اس نے حسب عادت اس کے لباس پر اعتراض جڑا۔

" ارے تم یہ مالائیں بھی پہننے لگیں ؟

میں نے تمہیں لکھا تھا کہ بندرا بن ہوتی ہوئی آؤں گی ــــ

حسین سحر وہاں جا کر من کو جو شانتی ملتی ہے جو سکھ ملتا ہے بیان نہیں کر سکتی۔ تین دن رہی میں وہاں لگا جیسے کچھ دکھ فکر ہی نہیں، دنیا سے کوئی واسطہ

ہی نہیں ہے۔

تم تو بالکل میرا لگ رہی ہو۔ وہ کمرے میں آگئے تھے۔

آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔

ریما نے برا مان کر کہا۔

سچ میں تمہیں دیکھتا ہوں تو میرا کا خیال آجاتا ہے۔ تمہاری پاکیزگی۔ تمہارا پریم تمہاری سادھنا بھگوان سے تمہاری شردھا۔ بس تم میں اور میرا میں ایک فرق ہے۔

ریما جو کھڑکی میں کھڑی خلا میں ٹکٹکی باندھے کھڑی تھی پیچھے مڑ کر کہا۔

"وہ کیا"

میرا نے تو کرشن بھگوان کو چاہا اور تم نے اِس بے وقوف نااہل کو۔

ریما نے آگے بڑھ کر حسین کے دونوں ہاتھ لے کر اپنی آنکھوں سے لگالیے۔ تم نہیں جانتے حسین مجھے کرشن جی کے درشن تم میں ہوتے ہیں۔

"مجھ میں ؟

"ایک مسلمان میں"

"ارے ریما یہ یہ" .....

"ریما کے جذباتی اظہارِ محبت سے گھبرا کر ہمیشہ کی طرح غیر سنجیدہ ہو گیا"

"مگر ریما رو رہی تھی اور اس کے آنسو ٹپ ٹپ اس کی گود میں گر رہے تھے۔

"ارے ریما یہ کیا ہے۔ پلیز رو مت"

"اس کو کھانسی آگئی"۔

"ارے حسین تمہیں کھانسی آ رہی ہے ؟

"تم اچھے نہیں لگ رہے ہو۔ تمہارا سانس بھی پھول رہا ہے"۔

"ریما نے گھبرائے ہوتے لہجے میں کہا"

"کھانسی تو تمہارے رونے کی وجہ سے آگئی۔ کہ تمہاری توجہ میری طرف تو ہو۔

اور سانس کیوں پھول رہی ہے ؟

نہیں حسین تم ٹھیک نہیں لگ رہے ہو۔ تم نے کب سے ڈاکٹر جتر ویدی کو نہیں دکھایا۔

"دیکھو جھوٹ مت بولنا۔

ابھی پچھلے ہفتے دکھایا تھا۔ بلڈ پریشر ہائی تھی۔ انہوں نے دوا دے دی ہے ڈاکٹر ریما مصرا آپ یہ بھول رہی ہیں کہ آپ میڈیسن کی ڈاکٹر نہیں ہیں۔ آپ نے سوشولوجی میں ڈاکٹریٹ کی ہے۔

تمہارا وزن بھی کافی بڑھ گیا ہے چہرے پر ورم ہے تم کس قدر زرد لگ رہے ہو۔

"پھر تم شروع ہوئیں"۔

"پلیز چھوڑو"

یہ بتاؤ صباحت کیسی ہے۔ اس کا کوئی خط آیا تم اس سے ملیں ؟

اچھی ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہوتے میں ایک کانفرنس میں گئی تھی۔ اس کے ساتھ ٹھہری تھی۔ گھر بنوالیا ہے۔ بہت اچھا شاندار اور اس نے اس کا نام آشیانہ رکھا ہے

"راشد نے رکھا ہوگا"۔

"شاید"—

"بچے اور راشد کیسے ہیں ؟

ٹھیک ہیں۔ راشد کو بھی ہائی بلڈ پریشر رہنے لگا ہے خوب موٹا ہو رہا ہے۔ جی بھر کر پیتا اور کھاتا ہے۔ صباحت بہت پرہیز کرانے کی کوشش کرتی ہے مگر کون سنتا ہے

ہم سب ہی اب بیمار رہنے لگے ہیں۔

"ہاں صباحت کو بھی آرتھرائیٹس ہے مگر وہ اپنا بہت خیال کرتی ہے۔

"سنا ہے یہ بیماری ٹوٹینشن سے ہوتی ہے۔

"ٹینشن سے ؟

"اسے کیا ٹینشن ہے"

یہ کیا بات ہوئی سبھی کو کچھ نہ کچھ فکر کسی نہ کسی بات کا ٹینشن ہے۔ تمہاری اس دنیا میں کون سکھی ہے ؟

راحت اور ٹیپو کیسے ہیں ؟

حسین نے بات ٹالتے ہوتے کہا۔

راحت تو خوب لمبی ہو گئی ہے۔ دسویں کا امتحان دیا ہے۔ بالکل صباحت لگتی ہے ور جب ماں بیٹی میں بحث ہوتی ہے تو لگتا ہے کہ آنٹی اور صباحت بحث کر رہی ہیں

ہاں یاد آیا انکل اسٹیٹس سے کب آ رہے ہیں۔

اگلے مہینے شائد۔

" زیبا کیسی ہے ؟

" ٹھیک ہے"

" اور صباحت کرتی کیا رہتی ہے ؟

" گھرداری۔ ڈنر پارٹی۔ کاک ٹیل۔ فلاور شو۔ ایگزیبشن وغیرہ۔ بھئی صباحت کے بچے تمہارے فین ہیں۔ خاص طور سے ٹیپو کہہ رہا تھا دہلی جانے کا واحد اٹریکشن بس تم ہو۔

ارے ہاں تمہارے لئے کافی منگاؤں۔ مگر نہیں تمہیں کافی نقصان دے گی۔ جوس منگاتی ہوں۔

نہیں پلیز ریما جوس نہیں۔ میں یہاں جوس پینے نہیں آیا ہوں۔

تم گھر کب آؤ گی ؟

جب کانفرنس ختم ہو جائے گی اور زیبا کو اپنے آنے کی اطلاع دے دوں گی۔ ریما نے فون پر چائے کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

حسین تم کیا کرتے رہتے ہو۔

آج شام خالی ہو ؟

میں تو ہر شام خالی ہی ہوتا ہوں

کلب نہیں جاتے ؟

کبھی کبھی چلا جاتا ہوں۔

برج نہیں کھیلتے ؟

نہیں۔

ریس ؟

وہ بھی چھوڑ دی

پھر کیا کرتے ہو۔ یاد ماضی۔ اور ریما مجھے بس اب اسی میں قرار ملتا ہے۔

اور اب تو ......۔

پلیز حسین ایسی مایوسی کی باتیں نہ کرو میرا دل خون ہونے لگتا ہے۔ میں کیا کروں تمہارے لئے۔

تم جو کر سکتی تھیں تم نے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تم نے تو وہ بھی کیا جو تمہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا تم نے مجھ جیسے بیکار انسان کو اپنی محبت اور چاہت کا مرکز بنایا بغیر کسی جواب کی توقع کے تم مجھ سے محبت کرتی رہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں کسی اور کو چاہتا ہوں تم نے اپنی محبت سے مجھ کو طاقت دی۔ سفید ساڑھی باندھے لمبے کالے بال کھولے ہوئے ریما سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی کہ بیرا چائے لے آیا۔ چند منٹ خاموشی کے بعد ریما چائے بنانے لگی اور حسین اپنی بے ترتیب سانسوں کو برابر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

صباحت بھی دہلی آنے کا ارادہ کر رہی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ بچوں کو کس پر چھوڑے ویسے تو نوکر ہیں مگر کوئی قابل اعتبار نہیں ہے۔ لڑکی کی وجہ سے وہ اور پریشان رہتی ہے یہ سب لوگ بس ٹپیکل مائیں بن جاتی ہیں۔ ریما نے چائے کی پیالی حسین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

صباحت اکثر پینٹنگ کرتی رہتی ہے۔

ہاں اسے بہت شوق ہے پینٹنگ کا۔
میں اسے فون کروں گی کہ وہ بس اب آنے کا ارادہ کر ہی لے۔
ہاں دیر نہ کرے کہ کہ ......
حسین ـــ
ریما نے چائے کی پیالی رکھکر حسین کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
حسین یہ مت بھولو کہ میری زندگی تمہارے سوا کچھ نہیں ہے۔ مجھے زندہ رہنے کے لیے تمہارا سہارا چاہیئے میں تمہاری محبت نہیں پا سکی نہ سہی میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی نہ سہی مگر تمہیں دیکھ تو سکتی ہوں۔ مل تو سکتی ہوں۔
ریما۔ یہ میری خوش نصیبی ہے اور تمہاری بدنصیبی۔
خدا نہ کرے۔ مجھے اس کا شکوہ نہیں کہ تم نے مجھے چاہا نہیں اس طرح سے جیسے میں نے تمہیں چاہا اس لیے کہ تم مجبور تھے بالکل اسی طرح جیسے میں تمہیں چاہنے پر مجبور تھی۔ یہ میرا مقدر ہے میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔
صباحت کس زمانے میں آنے کو کہہ رہی تھی۔ ریما کو لگا جیسے کسی نے اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا۔ اس نے جو کہا شاید وہ حسین نے سنا بھی نہیں۔ یہ اسے اکثر محسوس ہوا تھا یہ احساس نیا نہیں تھا۔ کبھی تو یہ انسان اس قدر قریب لگتا ہے کہ اس کی دھڑکن اپنے سینے میں سمانے لگتی ہے اور کبھی اتنا دور اتنا دور کہ اس کی حدوں کو پانا بھی مشکل لگتا ہے۔
"ریما میں تم سے پوچھ رہا تھا کہ صباحت نے کب آنے کو کہا تھا؟
"حسین پوچھ رہا تھا وہ چونک پڑی"۔
"مجھے یاد نہیں"
"وہ کوشش کے باوجود اپنی جھنجھلاہٹ نہیں چھپا سکی۔
اچھا حسین اب مجھے جانا ہے۔ ڈیلی گبس کا شو کا میں ڈنر ہے۔
اچھا تو میں اب چلوں۔ گڈ بائی۔

حسین نے اٹھتے ہوئے کہا۔
معاف کرنا میں لفٹ تک پہنچانے نہیں آؤں گی۔ مجھے تیار ہونا ہے۔
نہیں کوئی بات نہیں پھر ملیں گے۔
اس نے زور سے دروازہ بند کیا۔
صباحت صباحت، بس ایک ہی رٹ ایک ہی خیال، وہ شاید مجھ سے ملتا ہی اسلئے ہے تاکہ صباحت کی باتیں کر سکے۔ وہ رونے لگی۔ کیوں آخر کیوں میں اس کے دل سے صباحت کی محبت نہیں نکال سکی۔ اس محاذ پر مجھے شکست کیوں ہوئی، صباحت سے اس کی دوستی ہی کیوں ہوئی۔ وہ حسین سے ملی ہی کیوں، کیا خاص بات تھی صباحت میں۔ کالج میں کتنے لڑکے اسے پسند کرتے تھے مگر وہ کسی کو رخ ہی نہیں دیتی تھی۔ اور اسی وجہ سے مقناطیسی کشش کے ساتھ لڑکے اس کی طرف کھنچتے۔ مگر وہ ان کی بالکل ہمت افزائی نہ کرتی وہ عام لڑکیوں کی طرح نظر انداز نہ کرتی کہ جتنی وہ بے نیازی برتتیں وہ اتنا ہی ان کے پیچھے گھومتے بلکہ اسی کے انداز میں دور دور کوئی لگاوٹ نہ ہوتی۔ دو ایک لڑکوں نے اسے لو لیٹرز بھی لکھے تو اس نے انہیں جا کر سب کے سامنے تھما دئے بھئی یہ سب کیا کرتے ہیں آپ اس کے منع کرنے کے باوجود ......"
وہ اکثر کہا کرتی بھئی کیوں کسی کو غلط فہمی میں رکھا جائے ـــــ"
مگر کالج میں صباحت کی سب عزت کرتے۔ اور نہ جانے کیوں اس سے مرعوب رہتے۔ مجھے کیا ہو گیا ہے خواہ مخواہ ہی کیوں اس کے بارے میں سوچے جا رہی ہوں اس نے سر کو زور کا جھٹکا دیا۔ اٹھ کر بیٹھ گئی سامنے آئینے پر نظر پڑی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ لاکھ انسان یہ کہے کہ اسے اپنی محبت و چاہت کا کوئی جواب نہیں چاہئے مگر چاہئے ہوتا ہے، لاکھ یہ کہے کہ ہمیں کسی سے کوئی توقع نہیں مگر وہ بھی ہوتی ہے۔
حسین تم کتنے بے درد ہو تم نے میرا کتنا دل دکھایا ہے۔ شاید تمہیں خود بھی اس کا

اندازہ نہیں ہے ۔ مجھے یقین تھا کہ میں تم کو یہ یقین دلا دوں گی کہ صباحت کے دل میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے ۔ تو تم اپنی ساری محبت اور چاہت میری طرف منتقل کر دو گے تمہارے ساتھ زندگی گذارنے کا خیال تو مجھے کبھی نہیں تھا مگر تمہاری محبت کا مرکز بننے کی آرزو تھی ۔ تم نے اس بات کا یقین تو کر لیا کہ صباحت کے دل میں تمہاری جگہ نہیں ہے مگر مجھے وہ جگہ نہیں دے سکے ـــــ تم نہ جانے کیسے انسان ہو جو مجھ جیسی حسین و خوبصورت اور چارمنگ عورت کے ساتھ بیٹھ کر بھی ایک برف کا تودہ بنے رہتے ہو ۔ مگر پھر بھی میں تمہارا خیال نہیں چھوڑتی ، تم سے ملنا نہیں چھوڑتی ، یہ کیا ہے ؟ اس بات کو پوری طرح قبول کرنے کے باوجود تم اب بھی صباحت کے عشق میں دیوانے ہو ۔ صباحت کی طرف تمہارا والہانہ پن دیکھ کر میں بے تاب ہو جاتی ہوں ۔ کبھی کبھی تو بالکل قابو نہیں پا سکتی ہوں جیسے اس وقت ـــــ کیا ہو گیا تھا مجھے ـــــ"

اس نے جلدی جلدی حسین کے گھر کا نمبر ملایا ۔

"ہلو ـــ"

" زیبا بول رہی تھی ـــ"

" ارے تم ریما کہاں سے بول رہی ہو ـــ"

" یہیں سے ہوٹل سے ـــ"

" ارے تم ہوٹل میں کیوں ٹھہریں ؟

" بھئی آنے جانے میں بڑی دقت ہوتی ہے ۔ دہلی کے فاصلے ـــــ کہو تم سب کیسے ہو ؟

بس زندہ ہیں اماں کی طبیعت تو ٹھیک نہیں ۔ تمہارے دوست بھی ٹھیک نہیں ہیں نہ دوا پابندی سے کھاتے ہیں نہ پرہیز کرتے ہیں ۔

یہ تو بری بات ہے میں پرسوں آؤں گی تو ان کو ڈانٹوں گی اور ڈاکٹر کو بھی دکھاؤں گی ۔ ان سے بات کروں گی ، تم فکر نہ کرو ۔

" یہ تم کہہ رہی ہو وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے ان کی کوئی پروا ہی نہیں ہے ـــ"

" ارے تمہیں پروا نہیں ہوگی تو کسے ہوگی ۔"

" اچھا پھر بات ہوگی ۔"

فون پر بات کر کے ریما نے ایک اکتائی ہوئی نظر کمرے پر ڈالی اور پھر تیار ہونے چلی گئی ۔"

" رات کو وہ جب پلنگ پر لیٹا تو زیبا نے اطلاع دی ۔ ریما بھی تو آئی ہے رنجیت ہوٹل میں ٹھہری ہے ۔"

" ہوں "

" کل آئے گی تمہیں پوچھ رہی تھی ۔"

اچھا کہہ کر اس نے دوسری طرف کروٹ بدل لی ۔

عجیب بات ہے زیبا کو کبھی یہ گمان بھی نہیں ہوتا ہے کہ میں اس کے علم کے بغیر ریما سے ملتا ہوں اور ریما مجھے چاہتی ہے مجھ سے اظہار عشق کرتی ہے اس کی دل لبھانے والی اداؤں سے دل رہبھتا بھی ہے اس کی بیقرار اور چنچل نظریں بھڑکاتی بھی ہیں ۔ مگر وہ تو بس صباحت کی طرف سے بدگمان رہتی ہے اس کا خط تو نہیں آیا اس کو میں نے فون تو نہیں کیا ۔ اس سے چھپ کر ملا تو نہیں ۔ جبکہ نہ ہم ایک دوسرے کو خط لکھتے نہ تنہائی میں ملتے ہیں نہ کبھی دل کی کوئی بات ہوتی ہے ۔ صباحت جب آتی ہے تو اس کے ساتھ کہیں اکیلے باہر بھی نہیں جاتے ہیں جاتے ہیں تو بچوں اور زیبا کے ساتھ ۔

صباحت بقول ریما کے اپنی ساری تمکنت کے باوجود زیبا کی سرد مہری نظر انداز کر کے اس سے اظہار خصوصیت کرتی رہتی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں ایک قسم کی تمکنت یا ایروگینٹر ہے ۔"

ہوگی ۔ مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا ۔ مجھے تو اس میں ایک سادہ دلی معصومیت اور بے بناوٹ پن ہی نظر آیا ۔ اپنی منگنی کی بات چیت سن کر وہ اس کے پاس آئی تھی ۔ حسین بھائی آپ مجھے روک لیجئے

" کیا "

کیا کہہ رہی ہو صبو
میں نے حیران ہو کر پوچھا
جو تم سن رہے ہو تم جان رہے ہو۔ حسین تم مجھے روک کیوں نہیں لیتے ۔"
میری کچھ سمجھ میں نہ آیا ــــ میں فوراً دوڑا ہوا ریما کے پاس گیا اور اس نے جو اس کا مطلب سمجھایا اس پر اس وقت مجھے یقین آگیا ــــ مگر بعد میں کبھی کبھی یہ گمان ہوا کہ یہ صحیح نہیں مگر اس کے بعد میں نے صباحت کی آنکھوں میں "وہ سب کچھ" نہیں دیکھا ــ کبھی نہیں بس ایک گہری اداسی نظر آئی ۔ اور صباحت کی شادی طے ہو گئی ــــ وہ بھی کیا دن تھے ــــ گھر سے باہر ایک دھوم تھی ــــ ہمارے خاندان میں یہ پہلی تقریب تھی ــــ بھائی جان نے شادی امریکہ میں کر لی تھی ــــ بڑی باجی بھی پیاموں کو ٹھکرا رہی تھیں احمد بھائی نے بھی شادی نہیں کی تھی ــــ چچی جان ان دنوں بہت خوش تھیں ان کے میکے کے سب لوگ آئے ہوئے تھے ۔ گل برگ سے اکثر ڈھولک بجنے کی آواز آتی رہتی تھی ــــ چچی جان کے میکے سے میراثنیں بھی آئی تھیں ۔ ننھی بی کا کیا گلا تھا ــــ خاص طور سے جب وہ گانا گاتی تھیں ــــ میری رنگ چھنگ بنّو گڑیا کھیلے گی ــــ ابّا میاں نے ہارے ہیں بول بیٹے والا جیت گیا ــــ ہم اس دن ہارے بیٹی جس دن تم کو جنم دیا ــــ"
نشیمن کے رگ شادی کی تقریبات سے الگ رہتے اس لئے کہ ان کو یہ دقیانوسی رسمیں پسند نہیں تھیں ــــ اماں کو اس کا رنج تھا کہ ان کی قسمت میں اپنی اولاد کی خوشی دیکھنی نہیں ہے ــــ مگر وہ اور ممدو چچا شادی کے انتظامات میں پیش پیش تھے ــــ اب چچی جان بھی اس سے خوش تھیں اب تو وہ یہ کہتی تھیں ــــ حسین بیٹے ــ اب ساری ذمہ داری تم پر ہے بیٹا ــ احمد تو ہے نہیں تمہارے چچا کو کہاں فرصت اپنے کاموں سے ــ اس لیے شادی کے زیادہ تر کام انہوں نے اس پر ڈال رکھے تھے ۔ وہ یہ سب اس لیے کرتا تھا کہ یہ سب کام صباحت سے متعلق تھے اور اس لیے بھی کہ اسی بہانے وہ زیادہ سے زیادہ گل برگ میں رہ سکتا تھا۔

تم سب سے الگ تھلگ بیزار سی کوئی کتاب یا رسالہ لیے بیٹھی رہتیں۔ ریما آجاتی تو تم اس سے باتیں کرنے میں مشغول ہو جاتیں۔ اکثر تمہاری آنکھوں میں آنسو ہوتے میری نظریں تمہارے تعاقب میں رہتیں۔"

"صباحت کیا کہہ رہی تھی ؟

"کوئی خاص بات نہیں"

"ریما جواب دیتی۔"

"وہ رو کیوں رہی تھی۔" ؟

"سب لڑکیاں روتی ہیں۔"

"وہ پریشان تو نہیں۔ ؟

"بس اتنی ہی پریشان جتنا ہونا چاہیے۔"

"میں تمہاری خوشی عافیت اور سکون کی دعا کرنے لگتا۔"

میں تمہارے لیے جو چیزیں خریدتا تمہیں دکھاتا تو تم ان میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھیں۔"

"ہاں اچھی ہیں کہہ کر اٹھ جاتیں۔"

تم نے اپنا جہیز خریدنے سے صاف انکار کر دیا تھا جسے چچی جان نے تمہارے شرمیلے پن سے منسوب کیا تھا۔"

"منسوب کیا۔ شاید یہی ہو۔"

میرا دل کہتا ہے کہ تم اس شادی سے خوش نہیں ہو اس لئے اس میں دلچسپی نہیں لے رہی ہو۔ تم ان دنوں ہی مجھ سے کھوگئی تھیں۔ بدلی بدلی سی لگتیں۔ اکھڑی اکھڑی رہتیں۔ تمہاری یہ کیفیت مجھے پریشان کرتی۔ تو میں فوراً ریما کے پاس دوڑتا اور ریما مجھے جو کچھ سمجھاتی میں اس سے متفق ہو جاتا۔ اب مدتوں سے یہی ہو گیا تھا کہ ہمارے تمہارے درمیان گفتگو کم ہی ہوتی ریما ہی ہمارے جذبات کی ترجمانی کرتی۔ میں تو اپنے ہی جذبات واحساسات سمجھنے سے قاصر رہا ہوں

تمہارے احساسات اور جذبات کیا سمجھنا تم ہی مجھے بتایا کرتیں کہ میں کیا سوچ رہا ہوں کیا چاہ رہا ہوں ــــ"

مجھے معلوم ہے حسین بھائی تم اس وقت کیا سوچ رہے ہو ؟

" کیا ـــ"

" میں بے دھیانی سے کہتا ـــ"

اور تم وہی بتا دیتیں جو میں سوچ رہا ہوتا تھا ـــ تم صرف تم ایسی تھیں جس سے میری کوئی خوشی کوئی غم چھپا ہوا نہیں تھا ـــ میری زندگی کے اس المناک دور میں میرے ساتھ نہ ہوتیں تو میں شاید خودکشی کر لیتا ـــ تم اور محمود چچا اس وقت ایف اے کا امتحان دے رہا تھا بہت نروس اور پریشان تھا تم میری ہمت بندھاتی تھیں ـــ میرے ساتھ پڑھتیں میرے نوٹس بناتیں ایک دن، رات کو وہ ہولناک واقعہ آج بھی مجھے یاد ہے جب کوئی بارہ بجے کا وقت ہوگا، میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا برابر کے کمرے میں محمود چچا تھے کہ دروازہ کھلا میں چونک پڑا ـــ"

" کون ـــ" ؟

" پیچھے مڑ کر دیکھا تو وسیمہ کھڑی تھی"۔

" ارے تم کیا بات ہے، کیوں آئی ہو ؟

" میں نے دیکھا تمہارے کمرے کی روشنی جل رہی تھی۔ خیال آیا کہ تم نے نوٹس بھیجے ہوں گے ـــ"

" مجھے کسی نے نہیں بھیجا خود آئی ہوں ـــ"

" کیوں ؟

" اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں ـــ"

" کیا بک رہی ہو ؟

" ہاں صاحب میں آپ سے پیار کرتی ہوں ـــ"

"یہ کہہ کر اس نے میرے گلے میں باہیں ڈالنے کی کوشش کی۔"

"ارے یہ کیا کر رہی ہو"

"ممدو چچا!

"اس نے مجھے گھورا"

ممدو چچا کے آنے کی آواز سنکر دوسرے دروازے سے بھاگ گئی۔ کھڑکی سے میں نے جھانکا اندھیرے میں ایک ہیولا کھڑا تھا جس نے اسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔"

کیا ہے۔ کیا ہے بھیا؟

ممدو چچا پوچھ رہے تھے۔"

ہاں ..... آں ..... وہ ..... وہ ..... کو ..... کو ..... کچھ نہیں۔

تم ڈر گئے کیا ؟

اچھا لو ہم یہیں سوئے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر ممدو چچا اس کے پلنگ کے پاس زمین پر لیٹ گئے۔ تمہارے کمرے کی لائٹ بند ہو گئی۔ اور میں پھر پلنگ پر آکر لیٹ گیا۔"

دل دھڑک رہا تھا یہ کیا ہوا؟ یہ کیا تھا۔ یہ ..... یہ ..... اور پھر میں سو گیا۔

صبح چھوٹی باجی کی خوفناک چیخوں سے آنکھ کھلی جو اس کی چادر گھسیٹ رہی تھیں۔

کیا .... کیا ہوا ؟

اب نومت چھوٹی باجی کہہ رہی تھیں "

اب تم نے یہ ذلیل باتیں بھی شروع کر دیں۔"

کیا۔ ؟

کیا ذلیل باتیں ۔ ؟

اچھا جیسے تمہیں کچھ پتہ ہی نہیں ــــ"
میں نے وہ روپے ـــ"
بھاڑ میں جائیں وہ روپے
وسیمہ چیخ کر بولیں۔
یہ بتاؤ وسیم کو تم نے.... ہم کہہ رہے ہیں دلہن بیگم ہم ساری رات اسی کمرے میں رہے۔
ممدو چچا نے کہا ـــ"
تم چپ رہو ـــ"
تمہارے ہی لاڈ پیار کا نتیجہ ہے نا خلف ننگ خاندان ـــ پاپا کہہ رہے تھے
نکل جاؤ تم ابھی اسی وقت ـــ"
تم نے کل رات وسیمہ کو اپنے کمرے میں بلا کر........
ہم نے کب بلایا ـــ
وہ تو خود آئی تھی۔
مگر کیوں ؟
ہمیں نہیں معلوم ـــ"
ہاں تم تو بھولے ہو ــــ معصوم ہو ، تمہیں تو کچھ معلوم ہی نہیں ہے
چچی جان منہ لال کیے کھڑی تھیں۔
چھوٹی دلہن بیگم ـــ"
ممدو چچا نے کچھ کہنا چاہا ـــ"
چپ رہو جی ہم تو اپنے میکے میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے ـــ"
مگر میں نے کیا کیا ـــ" ؟
دلہن بیگم وہ لڑکی بڑی ہوائی دیدہ ہے
چپ رہو ممدو خدا کے لیے ـــ چپ رہو ـــ اماں نے ممدو چچا سے کہا ـــ"

شرم کرو کسی کی کنواری لڑکی کے لیے ایسا کہتے ہو۔"

وہ ہے ہی ایسی ہمارے معصوم فرشتہ جیسے لڑکے کو بدنام کر رہی ہے۔"

میں تمہارے منہ نہیں لگتی کہہ کر چچی جان کمرے سے نکل گئیں۔ کیونکہ ممدو چچا

سور کی طرح پر ڈٹے تھے۔"

"ممدو۔"

میں بہر حال اب اس کو گھر میں نہیں رکھوں گا۔"

مت رکھو۔"

ہم اسے لے کر چلے جائیں گے۔

یہ کہہ کر ممدو چچا اپنی چیزیں سنبھالنے لگے۔ وہ ششدر کھڑا تھا۔ حلق خشک تھا

تم گھبرائی ہوئی گل برگ سے آرہی تھیں کہ چچی جان نے تمہیں روک لیا۔

تم وہاں نہیں جاؤ گی۔"

اب تم نہیں ملو گی حسین سے۔"

کیوں ؟

بس زیادہ سوالات کی ضرورت نہیں اور وہ تم کو زبردستی پکڑ کر واپس

لے گئیں میں یہ کھڑکی میں سے دیکھ رہا تھا۔ ممدو تم اسے لے کر ادھر والے باہر کے

کمرے میں چلے جاؤ ان کا غصہ کم ہو گا تو میں ان سے بات کروں گی۔

اماں۔"

یہ جھوٹ ہے بالکل جھوٹ ہے۔

اس نے اماں سے گلے لگنا چاہا۔"

اس نے قرآن اٹھایا ہے اماں نے اسے اپنے سے الگ کرتے ہوئے کہا

قرآن کی مار پڑے گی گاج مار ی پر۔" اور ممدو چچا اسے لے کر باہر کے کمرے

میں آگئے جو آوٹ ہاؤس کا ایک حصہ تھا۔ وہ پلنگ پر لیٹ کر گھنٹوں روتا رہا۔

ممدو چچا اسے سمجھاتے رہے۔ اماں نے جو ناشتہ بھیجا وہ اسی طرح رکھا رہا۔"

اس دن میں نے خدا سے سوال کیا تھا اس نے مجھے پیدا ہی کیوں کیا ؟ اور جب اس کا جواب مجھے سوچنے پر بھی نہیں ملا تو میں نے طے کیا کہ اس کی دی ہوئی زندگی اسی کو واپس لوٹا دوں گا۔ ساتھ ساتھ یہ خیال بھی تھا کہ تم نے بھی اس بات پر یقین کر لیا ہو گا۔ وہ رات اپنی زندگی کی آخری رات لگ رہی تھی ـــ دونوں وقت مل رہے تھے ممدو چچا نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ تم نے پیچھے سے آکر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ تم رو رہی تھیں ـــ حسین بھائی یہ جھوٹ ہے، سراسر جھوٹ ہے ـــ سفید ہے ـــ تم یہ نہیں کر سکتے کبھی نہیں کر سکتے ـــ مجھے لگا جیسے مجھے کسی نے تھام لیا۔"

تم کچھ مت کہو میں نے کچھ کہنا چاہا تو تم نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔
حسین بھائی وہ جھوٹی ہے ..... ابا کو آنے دو ....... وہ ... وہ...
وہ کبھی اس بات پر یقین نہیں کریں گے۔ میکے ابا نا انصاف نہیں ہیں۔
تم اپنا دل نہ کڑھانا ـــ نہ ایسی کوئی اول جلول حرکت کرنا ہمیں اسے جھوٹا ثابت کرنا ہے سمجھے ـــ"

ارے بیٹا کیسے آگئیں جاؤ ممدو چچا نماز ختم کر کے آگئے تھے ـــ"

ہاں جاتی ہوں ـــ"

ممدو چچا ـــ"

تم حسین بھائی کا خیال رکھنا ـــ"

رونے نہ دینا ـــ"

یہ بسکٹ اور چائے رکھے جا رہی ہوں تم انہیں پلا دینا اور تم بھی پی لینا اور تم بھاگتی ہوئی چلی گئیں ـــ"

عجیب عادت ہے کتاب کھلی ہے لیمپ کھلا اور سو گئے ـــ"

زیبا نے الجھ کر کہا ـــ اس کے سینے سے کتاب اٹھائی ـــ لیمپ بند کیا اور اس نے دوسری طرف کروٹ لے لی ـــ"

---

وہ ابھی ابھی ریما کے ساتھ ڈاکٹر کے یہاں ہو کر آیا تھا۔ ڈاکٹر چترویدی اس سے بہت ناخوش تھے کہ نہ وہ پرہیز کرتا نہ پابندی سے دوا کھاتا ہے وہ تندرست بھی نہیں ہونا چاہتا۔ وہ بالکل کوآپریٹ نہیں کرتا ہے۔ اس نے اصل میں کبھی کسی کے ساتھ کوآپریٹ نہیں کیا۔

راستے بھر ریما چپ اور پریشان بیٹھی رہی وہ اس کو چیئراپ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اب وہ زیبا کے ساتھ بند کمرے میں نہ جانے کیا باتیں کر رہی ہے اماں کے کمرے سے برابر کھانسنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ ارادہ کر رہا تھا کہ اٹھ کر جائے مگر بس ہمت ہی نہیں پڑ رہی ہے۔ کچھ کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔"

"ریما بی بی کا فون ہے۔"

خانساماں کہہ رہا تھا۔"

ریما تمہارا فون۔ اس نے ریما کو اطلاع دی اور خانساماں سے زیبا کو بلانے کو کہا۔"

اب ریما نہ جانے کیا کیا زیبا سے کہہ کر اسے میرے اوپر مسلط کر دے گی۔ دوا، پرہیز، واک کی گردان شروع کر دے گی۔ چند دن میری اور اس کی یکطرفہ لڑائی ہو گی۔ یعنی وہ طعن طنز کرے گی۔ روئے گی۔ دھوئے گی اور پھر خاموش ہو جائے گی اور میں وہی کروں گا جو میرا دل چاہے گا۔ زندگی اسی رفتار سے چلتی رہے گی۔"

"ارے چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے زیبا کو نہیں بلایا۔"

"ریما کہہ رہی تھی۔"

"اوں کہا تو تھا خانساماں سے۔"

"آپ خود ہی آواز دے لیتے۔"

زیبا۔ آؤ بھئی تمہارے میاں تمہارا چائے پر انتظار کر رہے ہیں۔"

زیبا آئی تو اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ منہ سرخ تھا۔ تیوری

پر بل تھے ۔

ریمانے ان دونوں کو چائے بنا کر دی اور اپنی پیالی لے کر اس کی طرف متوجہ ہوئی ۔"

کان کھول کر سن لیجئے ۔ جناب حسین صاحب کہ اب آپ کو پابندی سے دوا کھانی ہے ۔ نمک بالکل بند ۔ اور ......

بس بس بور مت کرو ریما ۔"

ریما پلیز ان سے یہ پوچھو کہ یہ مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہیں ۔ ان کے دشمنوں کو کچھ ہو گیا تو میں کیا کروں گی ۔"

زیبا کی آواز غصّے سے کانپ رہی تھی ۔"

میرے دشمنوں کو کچھ نہیں ہو رہا ۔"

اس نے مسکرا کر ریما کی طرف دیکھا ۔"

بھگوان ۔ خدا کرے کہ تم کو ہماری عمر بھی لگ جائے ۔ تمہیں کچھ نہیں ہو رہا حسین مگر احتیاط اور دوا تو ضروری ہے نا ۔ تم اپنی خاطر نہ سہی تو زیبا کے لئے اپنا خیال کرو ۔ تمہاری تکلیف سے اس سے زیادہ کتنی تکلیف ہو گی سوچو تو ۔"

جو بھی ہو میں ان کی بیوی تو ہوں ۔ اس لیے یہ میری بات مان لیں ۔"

اچھا اب مانیں گے ۔"

ہاں تو ریما تم رات کو کہاں جا رہی ہو ؟

اشو کا ڈنر پر ۔" !

بھئی بڑی آدمی ہو ڈنر اشو کا ، لنچ موریہ ، اور بریک فاسٹ تاج میں ۔ تم تو جانتے ہو مجھے اس قسم کی فارمل تقریبات سے کس قدر الجھن ہوتی ہے مگر نوکری کا معاملہ ہے ورنہ مزے سے گھر کا کھانا کھاتے اور تم لوگوں سے گپیں مارتے ۔"

اچھا میں ابھی آیا کہہ کر حسین اٹھ گیا۔"

دیکھا تم نے کیسے میری اور تمہاری باتوں کو اڑا یا ہے۔"

ہاں بھئی بہت ضدی آدمی ہیں ان کے ساتھ نباہ بہت مشکل ہے۔"

نہ جانے مجھ سے کس بات کا بدلہ لے رہے ہیں۔"

بدلہ تو شاید وہ اپنے آپ سے لے رہے ہیں۔"

ان کی زندگی .......

ارے بھئی جو ہوا سو ہوا اب تو یہی ہیں ــــ سب بھائی بہن چلے گئے سب کچھ ان کا ہو سکتا ہے۔ ماں باپ کا دل بھی ہاتھ میں لے سکتے ہیں مگر وہاں تو نہ کسی بات کی امنگ نہ حوصلہ۔ بس ایک چپ ہزار چپ ــــ اس قدر گُھنّا آدمی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔"

اصل میں ان کے اوپر جو الزام لگا غبن کا اس نے ان کو بالکل توڑ دیا۔

مگر اس سے بری تو ہو گئے۔

مگر بدنامی تو ہوئی۔

اتنے دنوں سے اس سلسلے میں انہوں نے گھر باہر کیا کیا سنا کیا سہا۔"

وہ بھی اپنی لاپرواہی سے تو ہوا۔"

زندگی میں انہوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں وہ اپنے سیدھے پن ــــ یا دوسرے لفظوں میں بیوقوفی سے ہی تو اٹھائیں۔"

مگر تم نے میری قسمت کیوں پھوڑ دی۔" ؟

ویسے یہ شکایت مجھے بھی ان سے ہے زیبا۔"

حسین نے دفعتاً کمرے میں آکر کہا۔ تو زیبا کھسیا گئی اور ریما گھبرا کر بات بنانے لگی۔"

تم تو جانتے ہو زیبا چڑ کر کہہ رہی ہے ــــ ورنہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے اگر نہیں ہے تو ہونا چاہیئے۔"

ریما تمہارا فون ہے میں یہ کہنے آیا تھا۔"

ریما فون سننے چلی گئی اور وہ کرسی پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا۔ زیبا تھوڑی دیر بیٹھی رہی چپ، شرمندہ روہانسی سی اور پھر کمرے میں چلی گئی۔"

---

طوفان زبردست طوفان ــــ پانی، ہوا، بجلی، بادل کی گرج، اور وہ کالی گپھا جس میں وہ بیٹھا ہوا ہے ــــ صباحت ہوا میں اڑتی جا رہی ہے ــــ صباحت -- صباحت ــــ حسین حسین ــــ بچاؤ، بچاؤ، تم کہاں ہو، میں ......میں ... وہ بولنا چاہتا ہے بول نہیں سکتا، دیکھنا چاہتا ہے دیکھ نہیں سکتا ــــ چلنا چاہتا ہے چل نہیں سکتا ــــ یہ ...... یہ .... وہ پورا پسینے میں نہایا ہوا تھا، گلا خشک تھا ــــ دماغ پر عجیب طرح کا بوجھ تھا ــــ اس نے کمرے پر نظر ڈالی تو زیرو بلب کی روشنی میں سامنے میز پر پانی کی بوتل رکھی نظر آئی ــــ پانی پی کر وہ تھوڑی دیر پلنگ پر بیٹھا رہا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا سانس پھول رہی تھی وہ چپکے سے اٹھا دراز سے سگریٹ کی ڈبیا اور لائٹر نکالا باہر برآمدے میں کیسٹ بجنے کی آواز آ رہی تھی ــــ جاؤ جاؤ شام سوتن گھر جاؤ ــــ جاؤ ..... جاؤ ..... سوتن گھر جاؤ ــــ" اس نے گھڑی دیکھی تین بج رہے تھے۔

ریما اب تک جاگ رہی ہے ؟

کیوں ؟

اس کی وجہ سے پریشان ہے ــــ زیبا جو میری حق دار ہے جس کو میری زندگی کی رفیق ہونے کا دعویٰ ہے،، وہ کتنے مزے سے سو رہی ہے اور ریما ــــ کیا ہے میری ــــ میں نے تو اس کی محبت و چاہت کا جواب بھی نہیں دیا ــــ وہ ــــ ریما نے کیا میری وجہ سے شادی نہیں کی ــــ نہ معلوم خدا مجھے اس کی کیا سزا دے گا ــــ مگر خدا ہی جانتا ہے کہ میں کتنا مجبور تھا، میں نے اپنی ہر کوشش کی، زندگی کا نقشہ بنایا بار بار بنایا مگر اس کے خانے میں ایک تصویر کھٹ سے فٹ ہو جاتی اور پھر وہ نکالے نہ نکلتی ــــ اور

جب اس پر زبردستی دوسری تصویر لگانے کی کوشش کی تو کیا ہوا ؟

میں نے تمہاری طرح رہنا چاہا تھا مگر ریما تم نے مجھے اس طرح رہنے نہ دیا زیبا کی محبت اور میری زندگی شئیر کرنے پر شدید اصرار اور اماں ___ جنہیں میری ذات سے بس شرمندگی اور دکھ ہی ملے ان کو میں بیٹے کا سہرا دیکھنے کی خوشی دینا چاہتا تھا، ان کے بڑے بیٹے نے ان کا نام روشن کیا تھا، پیسہ کمایا تھا مگر ان کو چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے محروم رکھا تھا بھائی جان سنیئر کیمبرج کرتے ہی باہر چلے گئے تھے۔ سات برس بعد لوٹے تو پکے امریکن تھے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے کام کرنے ان کو اپنے ہاتھ کا کھانا پکا کر کھلانے کی آرزو ان کے دل میں رہی، شادی بھی انہوں نے وہیں کر لی۔ شادی کے بعد جب وہ اپنی امریکن بیوی کو لے کر آئے تو اماں ان کو بھاری جوڑا اور زیور پہنا کر خوشی سے پھولی نہ سمائیں کہ ان کی بہو کس قدر سعادت مند ہے۔ چھوٹی باجی بھی بار بار بھابی کی تعریف کرتیں۔ مگر بڑی باجی اس کی معذرت کرتی رہیں اماں تعلیم یافتہ نہیں ہیں اسی لیے پرانے خیالات کی ہیں اور ان کی وجہ سے ان کو یہ حلیہ بنانا پڑا۔ ورنہ ہمارا خاندان تو بہت روشن خیال اور لبرل ہے، اب مجھ ہی کو دیکھئے کہ کسی نے شادی پر مجبور نہیں کیا اور وہ اب وظیفہ لے کر کیمبرج جانے والی ہیں پھر وہ اپنے مضمون کے بارے میں بھابی سے باتیں کرنے لگتیں جنہیں وہ بہت بے دلی سے سنتی ہیں۔ ان کو تو گھر میں آنے والے لوگوں ان کے لباس ان کی گفتگو ان کے طور طریقوں سے زیادہ دلچسپی تھی ___ خانساماں، ممدو چچا، مالی، دھوبی، چپراسی، یہ سب ان کی توجہ کا مرکز تھے۔ یا پھر وہ اس سے باتیں کرنے لگتیں۔ اس کے بارے میں اور اس میں ان کی دلچسپی کا نتیجہ وہ بھیانک تجربہ تھا۔ میں ....... میں ...... وہ یاد نہیں کروں گا ___ اب بھی وہ سب یاد کر کے جانے کیا ہونے لگتا ہے "

ریما کے کمرے کی لائٹ بند ہو گئی تھی کیسٹ بجنے کی آواز بھی نہیں آرہی تھی۔ شاید ریما سو گئی تھی۔ چار کا گھنٹہ بجا وہ اپنے پلنگ پر آ لیٹا مگر نیند آنکھوں سے

دور، تکلیف دہ خیالات کا ہجوم اس نے اٹھ کر نیند کی دوسری گولی کھا کر تکیہ آنکھوں پر رکھ کر اپنے حسابوں سونے کی تیاری کرلی ـــ اس کو کس قدر نیند آتی تھی سب لوگ اس کے سونے سے عاجز تھے مگر وسیمہ والے حادثے کے بعد سے جو نیند خراب ہوئی تو ہوتی چلی گئی ـــ نیند کی گولیوں کی اقسام اور مقدار بڑھتی گئیں ـــ مضر نقصان دہ اس کے لیے ہر چیز مضر اور نقصان دہ ہی رہی ـــ جو چیزیں دوسروں کے لئے فائدہ مند رہی ہیں اس کے لیے نقصان دہ ......ــ"

---

○

زیبا کی آنکھ کھلی تو صبح کی اذان ہو رہی تھی اس نے حسین کو دیکھا تو بے خبر سو رہا تھا۔ شکر ہے انہیں آج ایک ہی گولی سے نیند آگئی ——— میری رات کیسی بے چینی سے کٹی ——— دل پر بوجھ ہو اور دماغ پریشان ہو تو نیند کہاں ——— اب چین کی نیند کا تصور بھی ختم ہوتا جا رہا ہے ——— کیوں نہ اٹھ کر نماز پڑھی جائے اور ان کی صحت و سلامتی کی دعا مانگی جائے وہ سب کچھ کر سکتا ہے، ہر چیز پر قادر ہے اس سے تو ناممکن باتوں کی تمنا بھی کی جا سکتی ہے ——— میں جانتی ہوں ان کی طبیعت اتنی خراب نہیں ——— ریما تو بہت وہمی ہے وہ چیزوں کو بہت بڑھا کر دیکھتی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی سے معمولی چیز کو خطرناک تصور کر لیتی ہے ——— ان کو دو اٹیک ہو چکے ہیں ——— ایک تو مجھے معلوم ہے مگر وہ جانے پہلا تھا کہ دوسرا مجھے تو ڈاکٹر سے بات کرتے ڈر لگتا ہے ——— " جانے کیا کہہ دے اس زمانے میں ان کی طبیعت خراب ہوئی تھی جب امی اور پاپا بھائی جان کے یہاں گئے تھے چھوٹی باجی کی شادی میں اور میں بھائی جان کی بیماری میں لکھنؤ گئی تھی۔ تب محمود چچا کہہ رہے تھے کہ ان کی آواز بالکل بند ہو گئی تھی۔ ان سے پوچھا تو یہ ٹال گئے اونہہ انہیں تو شوق ہے خود بھی پریشان ہونے کا اور دوسروں کو بھی پریشان کرنے کا ——— جب میں نے کوئی بات پوچھی انہوں نے ہمیشہ آئیں بائیں، شائیں کر دی ——— اور اپنے دل کی بات کہنے سے احتراز کیا ———

وہ پابندی سے نماز نہیں پڑھتی تھی مگر جب کوئی پریشانی ہوتی تو نماز پڑھ کر دعا مانگتی تو دل کو بہت سکون ہوتا ——— خدا انہیں اچھا رکھے جیسے بھی ہیں ان کے دم

سے میرا سہاگ ہے ــــ انہیں ایسی کوئی بیماری نہیں، چلتے ہیں پھرتے ہیں،
ہنستے ہیں، بولتے ہیں ــ کھاتے ہیں پیتے ہیں ماشاءاللہ ــــ اور وہ سونے کی
کوشش کرنے لگی ــــ ان کی شادی کتنی دھوم سے ہوئی تھی اماں نے ان کی شادی
میں چاروں بچوں کی شادیوں کے ارمان نکال لئے تھے ــــ اس زمانے میں
وہ کس قدر خوش تھیں، انہوں نے شادی کی رسومات کے سلسلے میں پایا
کی کوئی بات نہیں مانی تھی اور ممدو چچا ان کے ساتھ تھے ــــ"

کیا بری چڑھائی تھی، سولہ جوڑے زیور ہلکا تھا جس پر لوگوں نے اعتراض
بھی کیا تھا ــــ"

مگر اماں نے سب کو یہ جواب دیا تھا کہ جوان کا جی چاہا انہوں نے دیا،
ہم سے کچھ مانگا بھی تو نہیں ــــ"

جیسے مانگنا ان کا حق تھا، ــــ"

نکاح کے بعد اس کی سہیلیوں نے جب ان کی تعریف کی تو وہ خوشی سے
پھولی نہ سمائی ــــ"

بھئی واہ کیا خوبصورت دولہا ڈھونڈا ہے" حسین بھی ہے اور اسمارٹ
بھی"ــــ

قد تو دیکھو ــــ"

آرسی مصحف کے وقت جب اس نے حسین کو دیکھا تو وہ اسے بہت پیارے
بہت اچھے لگے تھے اسی وقت اس نے ان پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کا عزم کر لیا تھا
اسے اس وقت عباس کا خیال آیا ــ جسے گھبرا کر اس نے اپنے دل سے نکال دیا تھا،
اسے اپنی شادی کا کارڈ بھجوایا تھا۔ مگر اس نے مبارکباد کے دو لفظ بھی نہیں لکھے،
ان دنوں زندگی کتنی اچھی کتنی پرسکون لگتی تھی ــــ شادی کی رات جب اس کی حسین
سے ملاقات ہوئی تو امی نے ان کے کاندھے پر سر رکھ کر اپنا دل کھول کر رکھ دیا تھا،
ایک طرف تو اس کو ایک فخر کا احساس تھا کہ وہ اس وقت خود کو مسرت چند کی

ہیروئن تصور کرتی تھی جو دنیا کے ٹھکرائے ہوئے شکستہ دل ہیرو کے دل پر اپنی محبت چاہت اور توجہ کا پھایا رکھتی ہے اور ایک دن ان کا دل جیت لیتی ہے .... مگر دوسری طرف اس کو اس کا غم بھی تھا کہ وہ رات اس طرح سے اس کی زندگی میں نہیں آئی جس طرح اس نے سوچا تھا۔ جس طرح سب کی زندگی میں آتی ہے۔ میں ساتھ رہ کر اظہارِ محبت کر کے، خدمت وخیال کر کے بھی ان کو نہ پاسکی اور صباحت کا جادو ان کے سر سے نہ اتار سکی ـــــ اے خدا تو نے مجھے کس امتحان میں ڈال دیا ـــــ اور میں کب تک یہ امتحان دیتی رہوں گی ـــــ کیسی یہ محبت ہے۔ ـــــ؟ جسے وقت اور فاصلے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا ـــــ کوئی کمی نہیں آئی ـــــ" اس کا نقش دھندلا بھی نہیں ہوا۔ کچھ لوگ پاس رہ کر بھی دور رہتے ہیں اور کچھ دور رہ کر بھی پاس ـــــ"

اس کو ظاہری نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے ـــــ یہ تو بس ایک احساس ہے۔ اور اس کے لئے مادی وجود کی قربت ضروری نہیں ہے ـــــ تو ـــــ وہ ناکام ہوگی زندگی کے ہر محاذ پر ـــــ"

---

ابھی ابھی وہ ریما کو رخصت کر کے آیا تھا ـــــ رات کے دس بج رہے تھے آج ریما سے رخصت ہوتے وقت یہ احساس تھا کہ یہ شاید ان کی آخری ملاقات ہے۔ ریما نے خود کو کوشش کر کے سنبھال رکھا تھا ـــــ تم جس طرح بات بات پر رو پڑتی ہو اسی طرح ریما اپنے آنسوؤں کو خاموشی سے پی لیتی ہے جو سوچوں اس کا سرا تم سے ضرور مل جاتا ہے ـــــ یہ آج کل کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔ ریما آتی ہے تو تمہاری باتیں کر کے تمہیں یاد کر کے دل اور بے صبر ہو جاتا ہے ورنہ وہی ہولناک سناٹا ـــــ"

ریما کتنی غیر معمولی عورت ہے اس میں ذرا بھی تو بناوٹ نہیں ہے کتنی سلجھی ہوئی ہے ـــــ وہ مجھے چاہتی ہے مگر میری چاہت کا بھی احترام کرتی ہے ـــــ"

حسین .... صباحت تمہاری پہلی اور آخری محبت ہے ہم اس کے وسیلے سے تم

سے ملے، اس کی آنکھ سے تمہیں دیکھا اور تمہیں چاہنے لگے —" یہ تمنا تھی کہ صباحت
بھی تم کو یوں ہی چاہتی — مگر وہ تم سے جو محبت کرتی ہے اس میں ہمدردی اور رحم
زیادہ ہے اور یہ بات میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے تو تمہارے لیے — کتنی
ہرٹ کرنے والی بات ہوگی —"

مجھے اس کا اندازہ ہے حسین اگر تمہاری صباحت سے شادی ہو جاتی تو تم کبھی خوش
نہیں رہتے —" ٹھیک ہے تم اب بھی خوش نہیں ہو مگر زیبا کے دئے ہوئے
دکھ کو برداشت کرنا آسان ہے، صباحت کی بے رخی بے محبتی تم برداشت نہ
کرپاتے —"

معاف کرنا حسین، صباحت میری بھی دوست ہے میں اسے بہت چاہتی ہوں
مگر...... اس میں ایک عجیب طرح کی نامعلوم ایروگینس ہے وہ — جسے ہم
تمکنت کہہ سکتے ہیں — اور یہ تمہارے لیے بھی تھی اور اگر شادی کر لیتے تب
بھی ہوتی — مگر میں ریما کی اس بات کو نہیں مان پاتا — مجھے تمہارے کسی
رویے میں کسی انداز میں کوئی غرور، کوئی شان نظر نہیں آتی — سیدھی سادی
بے بناوٹ تمہاری شخصیت ہی تو سب کو اپنی طرف کھینچتی ہے — تم میں وہ دلنوازی
بلکہ وہ دلربائی بیشک نہیں ہے جو ریما میں ہے۔ نہ اس کے جیسا والہانہ پن —
اور اس کو اس کے اظہار کے خوبصورت طریقے بھی آتے ہیں — اور تم.... جو بھی ہو
تم ہو اور مجھے اچھی لگتی ہو —"

ریما کہتی ہے کہ راشد کو بھی تم سے یہ شکایت ہے کہ تم اس کے ساتھ بھی لئے
دئے رہتی ہو بغیر کچھ کہے یہ احساس دلاتی رہتی ہو کہ تم اس سے بہتر ہو — ریما
اور راشد کی اچھی دوستی ہے۔ ریما کا کمال تو یہ ہے کہ اس کی پہنچ سب کے دلوں
تک ہے وہ سب کی دوست اور غم گسار ہے۔ وہ کہتی ہے کہ دوسروں کو چاہنا
میری مجبوری ہے۔ میں نے صباحت کو بھی چاہا ہے اور صباحت مجھے بھی بہت
چاہتی ہے اور میں اس کی واحد رازدار ہوں اور حسین تمہاری بھی — تمہاری

نذر تو میں نے اپنا سب کچھ کر دیا ہے ۔"

اب تم نے اسے قبول کیا یا نہیں ؟

یہ تمہاری مرضی ہے !

شروع میں تو سمجھتا رہا کہ وہ یہ سب بغیر جانے کہہ رہی ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے مگر اب کچھ دنوں سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ یہ سب سمجھ کر کہتی ہے اس کا یہ انداز مجھے بھٹکاتا بھی ہے مگر میں پھر یہ سوچ کر پیچھے ہٹ جاتا ہوں کہ یہ شاید بے ایمانی ہے ۔۔۔ اپنے ساتھ تمہارے ساتھ ، ریما کے ساتھ ،

حسین بھائی تم کوئی گری ہوئی بات کر ہی نہیں سکتے ۔۔۔ تم تو مجھ سے خود آکر کہو کہ تم نے کوئی بری کوئی ذلیل بات کی ہے تب بھی میں یقین نہ کروں تم تو میرے لئے حسن وخیر و نیکی کی علامت ہو ۔۔۔ تم جس وقت یہ جملے کہتیں تمہاری آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی جوت ہوتی ۔"

مردوں کی بھی تو عزت ہوتی ہے ۔"

یہ کیوں سمجھا جائے ارے ان کا کیا ہے ۔"

یہ الفاظ تم نے مجھ سے اس وقت کہے تھے جب مجھے آوارہ بد چلن اور بدمعاش سمجھا جا رہا تھا ۔ اور ان دنوں میرا دل چاہتا تھا کہ یا تو خودکشی کر لوں یا پھر لوگوں کو واقعی آوارہ اور بدچلن بن کر ہی دکھا دوں ۔"

مجھ پر جو جو الزام لگے میں نے ان کو سہہ لیا کبھی اپنی صفائی نہیں دی مگر یہ .... یہ الزام ......

مگر ان دنوں تم نے مجھے ان دونوں چیزوں سے باز رکھا اور جب تک تم نے مجھے گل برگ نہیں بلوا لیا چین نہیں لیا ۔ بار بار میرے لیے کھانا چائے اور جانے کیا کیا بھیجتی رہیں ۔ بار بار آکر مجھے دلاسا دیتیں ، ان لوگوں کی صفائی پیش کرتیں کہ یہ سب غلط فہمی کے بناء پر ہوا ہے ۔۔۔ اور یہ غلط فہمی جلد ہی دور ہو جائے گی ۔۔۔"

چچی جان نے وسیمہ پر جو لطف و کرم کی بارش کر رکھی تھی ان کا خیال تھا کہ یہ انصاف

کا تقاضہ ہے کہ چھوٹے اور غریب بے سہارا لوگوں کی سرپرستی کی جائے اور اس بات پر تمہاری اکثر بحث ہو جاتی ـــ اب میری سمجھ میں بھی آگیا تھا کہ یہ کیوں ہوا ہے۔ چچی جان مطمئن تھیں کہ اب آوارگی اور بدچلنی کا کھلا ثبوت مع گواہوں کے پیش کر کے چچا جان کی رائے میرے خلاف کر سکتی تھیں اور مجھ سے تمہارا ملنا جلنا بند کروا سکتی تھیں ـــ

وسیمہ خوش تھی ـــ وہ اکثر گنگناتی ہوئی میرے کمرے کے پاس سے گذر جاتی تھی ـــ جب اس کو اندازہ ہوتا کہ ممدز چچا نہیں ہیں ـــ

اس زمانے میں تم نے کالج جانا چھوڑ دیا تھا ـــ جب اس دن تم کالج نہیں گئیں نہ میں، تو ریما دوڑی ہوئی آئی تم نے اس کو بہت کچھ بتا دیا ـــ وہ حیران رہ گئی ـــ تم اسے لے کر میرے پاس آئیں ـــ"

حسین مجھے اس بات کا بالکل یقین نہیں ہے ـــ"

ریما یقین تو کسی کو بھی نہیں ـــ تم نے آہستہ سے کہا تھا ـــ"

اس دن مجھے تم پر بے حد غصّہ آیا تھا ـــ"

تو پھر مجھے گھر سے کیوں نکال دیا گیا ہے ؟

میں تم پر چیخ پڑا تھا ـــ"

غلط فہمی ـــ تم نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر میں نے تمہاری بات پوری نہیں ہونے دی ـــ"

ایک بیہودہ جھوٹی لڑکی کی بات کو صحیح سمجھا جا رہا ہے اور مجھے جھوٹا ـــ"

آخر کیوں ؟

پلیز تم یہ لیپا پوتی مت کرو چلی جاؤ ـــ تم آنکھوں میں آنسو بھرے چلی گئیں۔

حسین، ریما تمہارے ساتھ ہے ـــ، کہہ کر ریما نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ریما تمہارے لیے سب کچھ کر سکتی ہے تم میرے ساتھ چلو میرے گھر میرے بابو جی اور ماں بہت خوشی سے تمہیں رکھیں گے، میں تمہارے لئے سب سے لڑوں گی حسین ـــ"

بی بی اب تم گھر جاؤ ــــ وہ کہیں نہیں جائیں گے ــــ ممدو چچا جانے کہاں سے آگئے تھے ــــ"

ممدو چچا آپ ... آپ بھی چلئے ــــ"

نا بی بی کاہے کو ادھر اُدھر جائیں کوئی مورچہ تھوڑی قائم ہوا ہے ــــ بڑے چھوٹوں سے جا د بیجا خفا ہی ہو جاتے ہیں مگر اپنے ماں باپ سے بڑھ کر کوئی ہوتا ہے اس گھرانے کی شرافت ہے کہ اس فطامہ کی بات کو سچ جان رہے ہیں"

کیوں ؟

یوں کہ لڑکی کا معاملہ ہے پھر لڑکی بھی کون چھوٹی بہو بیگم کی میکے کی ــــ"

یہ سب سازش ہے حسین' اس لڑکی کا کیا قصور ــــ"

کیا کہا بیٹا اس خاندان میں یہ سب نہیں ہوتا، دیکھنا اس کا جھوٹ کھلے گا اور جلد ہی کھلے گا، پھر دیکھنا سب شرمندہ ہوں گے، آنے دو حیدر میاں کو ممدو چچا بس رہنے دو کیا معلوم چچا جان بھی اس کی بات کو مان لیں تو...

کیسے مان لیں گے .... مذاق ہے .....،

اچھا بیٹا اب تم گھر جاؤ شام ہو رہی ہے ــــ"

اور ریما نے مجھے دیکھا تو میں نے سر جھکا لیا اس وقت مجھے ممدو چچا بہت برے لگے تھے ــــ"

ریما چلی گئی ــــ"

دیکھو بھیا یہ بٹیا اچھی ہیں بھلی مانس ہیں۔ صباحت بٹیا کی سہیلی ہیں۔ مگر ان کی یہ بات ہمیں اچھی نہیں لگی ــــ"

اس نے ایسی کیا بات کہہ دی تم چاہتے ہو کہ وہ بھی ہمیں آوارہ اور بدچلن کہے اسے تمہارے دشمن... یہ اول فول مت بکو ــــ"

حسین بھائی پاپا کا فون آیا ہے وہ آرہے ہیں تم خوش ہو کر اطلاع دے رہی تھیں ــــ"

ربما کہاں ہے ؟

چلی گئیں ـــ"

کب ـــ ؟

مجھ سے ملیں بھی نہیں ـــ"

ممدو چچا نے جو رٹ لگا رکھی تھی کہ جاؤ جاؤ نہ جانے انہیں کیا ہو رہا تھا

کیوں ممدو چچا ـــ ؟

سنو بیٹا ممدو چچا کہہ رہے تھے بھئی ہم دوسری طبیعت کے آدمی ہیں ہمیں ان بیٹا کی یہ بے تکلفی پسند نہیں کہ کندھے پر ہاتھ رکھ رہی ہیں ٹھوڑی میں ہاتھ دے رہی ہیں ـــ"

تم ہنس پڑی تھیں اور مجھے غصہ آ رہا تھا ـــ"

ممدو چچا وہ ذرا آزاد خیال ہیں ـــ"

نا بیٹا نا اتنی آزادی ٹھیک نہیں ـــ"

اب یہ کیا کہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں تم ہمارے گھر چلو ـــ"

اچھا کوئی آ رہا ہے میں نے کہا اور تم بھاگ گئیں ـــ"

بچپن سے ہر قسم کی ناانصافیاں سہتا رہا مجھے کبھی اس قدر غصہ آیا تھا نہ دکھ ہوا تھا۔ مجھے گھر کے سب لوگوں سے شدید نفرت کا احساس ہو رہا تھا ـــ لاکھ ممدو چچا کی باتوں پر یقین کرنے کی کوشش کرتا مگر دل میں غصّے کی آگ ان کو سمجھنے ہی نہیں دیتی ـــ وہ رات عجیب بے چینی میں کٹی اور صبح ہوتے ہی آنکھ لگ گئی ـــ"

حسین ...... حسین بیٹے اٹھو ـــ وہ چونک پڑا مگر آنکھیں نہیں کھولیں ـــ"

حسین بھئی اب اٹھو آؤ ناشتہ پر میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں ـــ چچا جان نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو وہ اٹھ کر ان سے لپٹ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ـــ انہوں نے اسے گلے لگا لیا ـــ بس بس اب اٹھو چلو ـــ ممدو یہ

سامان بھی ادھر لے آؤ ـــــ میں چچا جان سے الگ ہوا تو دیکھا تم بھی آنکھوں میں آنسو بھرے کھڑی تھیں ـــــ"

ناشتہ کی میز پر پہنچا تو دیکھا چچی جان نہیں تھیں دل بجھ کر رہ گیا ــ تم چچا جان کی طرف بیٹھی تھیں ــ دوسری طرف انہوں نے مجھے بٹھالیا اور ہم ناشتہ کرنے لگے ـــــ"

ٹیکسی رکی تو وہ چونک پڑا ــــ رات گہری ہوگئی تھی ہوا میں آتے جاڑوں کی خنکی تھی، چاروں طرف ایک سناٹا تھا ــ تو ایک دن ختم ہوا اور ایک رات اور آگئی ـــــ"

دن ڈھلا رات پھر آگئی سو رہو سو رہو
منزلوں پہ چھا گئی خامشی سو رہو سو رہو
سارا دن تپتے سورج کی گرمی میں جلتے رہے
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا پھر چلی سو رہو سو رہو
رزم گاہِ جہاں بن گئی جائے امن و اماں
ہے یہی وقت کی راگنی سو رہو سو رہو
چاندنی اور دھوپیں کے سوا دور تک کچھ نہیں
سو گئی شہر کی ہر گلی ۔ سو رہو سو رہو
گھر کے دیوار و در راہ تک تک کے شل ہو گئے
اب نہ آئے گا شاید کوئی سو رہو سو رہو

بمبئی میں جوہو کے فرسٹ فلور کے دو کمروں کے فلیٹ کی گیلری میں رکھے منی پلانٹ کے گملے کو پانی دیتے ہوئے ریما سوچ رہی تھی کہ کیا اسے صباحت کو صحیح صورت حال بتا دینی چاہئے ــــ اسے یہ صاف صاف لکھ دینا چاہئے کہ حسین کی حالت ٹھیک نہیں ہے لیکن اگر وہ پریشان ہو کر پہنچ گئی تو ــــ یہ زیبا کے لئے نہیں ٹھیک ہوگا جو وہ حسین کے لئے کر رہی ہے صباحت کے آنے ہی نہیں کرے گی ــــ"

حسین کا صباحت سے کس قسم کا عشق ہے جو حالات کے بدلنے اور وقت گذرنے سے ذرا بھی کم نہیں ہوا۔ اس کی شدت میں ذرا کمی نہیں آئی ایسا Devotion ایسا عشق کسی مرد کو کرتے میں نے تو نہیں سنا وہ نواب بھی اسی رہ گذر پر سجدے کرتا ہے جس سے صباحت گذرتی ہے ــــ"

اس نے ہاتھ سے پانی کا ڈونگا رکھا اور گیلری میں کھڑی ہو کر سڑک پر چلتی ہوئی ٹریفک کو دیکھنے لگی ــــ ڈھیروں موٹریں، ٹیکسیاں، سائیکلیں، بس کے کیو میں لگے لوگ پیدل چلتے لوگ، یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں، کیوں جا رہے ہیں؟ ان کی منزل کہاں ہے، کیا یہ سب جانتے ہیں کہ ان کی منزل کیا ہے، جس کو یہ منزل سمجھتے ہیں، کیا وہی ہے ان کی منزل ؟ ــــ"

لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ محبت محبت کو کھینچتی ہے ــــ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی

کسی کو چاہے اور جواب میں اسے محبت نہ ملے ــــ"

سنا تھا کہ پتھر پر بھی پانی ڈالتے رہو تو اس میں گڈھا پڑ جاتا ہے ــــ تم کس قسم کے پتھر ہو اب تو ان مفروضوں سے بالکل اعتماد اٹھ گیا ہے ــــ دل میں ایک بھاری خلا کا احساس ہے ــــ کیوں ہے ــــ؟ مجھ سے محبت کرنے والوں کی کمی تو نہیں ہے میری زندگی میں کتنے مرد آئے جنہوں نے مجھے چاہا میری ایک ایک ادا کو ایڈمائر کیا میری تنہائی کو مٹایا۔ مجھے یہ بات کیرتی نے سمجھائی تھی کہ محبت ایک سمت بہنے والا دریا نہیں ہے وہ تو مختلف سمتوں میں بہتا ہے اور اسے بہنا چاہئے اس نے کھلے لفظوں میں میری دلکشی، خوبصورتی ــــ اور بقول اس کے سیکس اپیل کی تعریف کی ــــ وفا اور ایک کے ہو رہنے کے دقیانوسی مفروضے کا جی کھول کر مذاق اڑایا ــــ اس نے مڈل کلاس کے مورل کو خوب برا بھلا کہا تم جیسی حسین، ذہین عورت ــــ اور یہ بیوقوفی کی باتیں تم نے تو سماج کے بہت سے فرسودہ بندھن توڑ دیئے ہیں ان سے خود کو مکتی دو ــــ"

ارے ان میں رکھا کیا ہے یورپ اور امریکہ کے سفر میں کیرتی نے دوسری دنیا دکھائی اور وہیں اس نے مڈل کلاس کے مورل سے خود کو آزاد کر لیا ــــ کتنے اچھے کتنے خوبصورت تھے وہ دن ــــ اسے لگتا تھا کہ جیسے اس کا تعلق اس دنیا سے نہیں کسی دوسری دنیا سے ہو ــــ مگر جب وہ ہندستان واپس آئی تو اسے لگا کہ اسے کیرتی سے شادی کر لینا چاہئے۔ وہ دونوں ہی غیر شادی شدہ ہیں دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں تو کیوں نہ شادی کر لیں ــــ اور اس نے یہ بات کیرتی کو بتائی تو وہ حیران رہ گیا ــــ"

ڈارلنگ تم جیسی عورت محبوبہ ہو سکتی ہے، دوست ہو سکتی ہے، ڈانس پارٹنر ہو سکتی ہے مگر بیوی ــــ نہیں ــــ میں تمہارا یہ ایمان نہیں کر سکتا اور یہ سب سن کر اسے بہت برا لگا تھا۔ اسے اپنے آپ سے گھن آنے لگی تھی ــــ اس نے خود کو پھر یہ سمجھایا کہ اس نے دل سے کیرتی کو اپنا پتی مان لیا ہے۔ اس نے مانگ میں

سندور بھرا ہے اور بھگوان تو دل کی بات جانتا ہے کیرتی مانے یا نہ مانے وہ تو اسے
پتی مانتی ہے اب وہ بس کیرتی کی ہو کر رہے گی دنیا کی نظروں میں وہ کنواری ہی سہی
مگر اپنے دل سے وہ کیرتی کی ہے ـــــ یہ سب جب اس نے کیرتی سے کہا تو وہ بگڑ گیا
خفا ہو گیا ـــــ تم اس طرح مجھے احساس جرم میں مبتلا کرنا چاہتی ہو ـــــ نہیں تم
آزاد ہو ـــــ تم جس سے چاہو دوستی کرو، جس سے چاہو رشتہ قائم کرو میں تو
تمہارے بہت سے دوستوں میں سے ایک دوست ہوں ـــــ"

اور اس نے ایک دفعہ پھر یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اب زمانے کے ساتھ
محبت، شادی اور دوستی کے معنی بدل رہے ہیں اب محبت ایک ضرورت ہے
جب اور جو ملے اس سے کی جا سکتی ہے ـــ"

یہ سب سنکر وہ غصے سے آگ بگولہ ہو گئی تھی اور اس نے کیرتی کو بہت لتاڑا
تھا وہ یہ برداشت نہیں کر پائی کہ اس جیسی تعلیم یافتہ ذہین اونچے خاندان کی عورت
کو سوسائٹی گرل بنانا چاہتا ہے ـــــ

اور اس کی کیرتی سے دوستی ختم ہو گئی ـــــ اس نے اپنا دل بھگوان سے لگایا
اب وہ پابندی سے روز مندر جاتی، ہر منگلوار کو برت رکھتی، اکثر کاشی اور ہری
دوار جا کر کئی کئی روز رہتی ـــــ پیاز کھانا چھوڑ دیا ـــــ سفید ساڑی پہننی شروع
کردی ـــــ گھر میں ایک چھوٹا سا مندر بنا لیا ـــــ بہت دنوں اس نے اس میں خود
کو کھوئے رکھا ـــــ مگر کب تک بالکل سنیاس تو نہیں لے سکتی تھی ـــــ اور پھر
سنسار اور اس کے موہ نے اسے اپنی طرف بلانا شروع کردیا ـــــ اس کی
زندگی میں ایک وقت میں کئی کئی مرد آئے مگر اس نے انہیں بالکل سنجیدگی سے نہیں
لیا ـــــ مگر اب اس کے بغیر تنہا زندگی گذارنا بھی ممکن نہیں تھا ـــــ اس کی اب یہ
حالت ہو گئی کہ گھر میں بھگوان کی مورتیاں بڑھتی رہیں اور دل میں انسانی مورتیاں براجتی
رہیں ـــــ اور اس مورتی میں سب سے اونچا مقام تمہارا ہے حسین ـــــ تم نے مجھ
سے محبت کی ہو یا نہیں، میری عزت کی، میری قدر کی، دیکھا تو ان نظروں سے جن

سے کوئی بھگت دیکھتا ہے ـــ میرا ہاتھ بھی تم نے چھُوا تو شدّھا سے واسنا سے نہیں ـــ اس طرح مجھے وہ تم سے ملا جو کسی نے نہیں دیا ـــ"

ٹرن ٹرن ـــ ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی ـــ وہ چونک پڑی ارے وہ رو رہی ہے ـــ"

ٹیلیفون پر پردیپ تھا ـــ"

کیا ہو رہا ہے سویٹ ہارٹ ؟

کچھ نہیں ـــ"!

کچھ تو ـــ ؟

تم نے کیسے صبح صبح یاد کیا ـــ کیا ساریکا نہیں ہے ـــ ؟

یاد تو ہم تمہیں کب نہیں کرتے ـــ مگر تم تک آنے کے حالات نہیں ہوتے۔

ابھی ساریکا دہلی گئی ہے ـــ"

اچھا تو یوں کہو کہ آج آزاد ہو ـــ ؟

ہاں یار یہ بیویوں کی قوم ـــ نہ پوچھو کتنی شکی ہوتی ہیں ـــ"

اس پر تمہارا یہ حال ہے ـــ ؟

پھر تم نے لڑائی کی باتیں کیں ـــ"

بتاؤ آج کیا کر رہی ہو ـــ آج باہر لنچ کھائیں ـــ ؟

نہیں پردیپ آج مجھے کام ہے ـــ باہر جانے کو جی نہیں چاہتا ہے ـــ"

نہ سہی چلو گھر میں بیٹھتے ہیں ـــ"

کیا کھلاؤ گی ـــ ؟

جو تم کھاؤ گے ـــ"!

تمہارے ہاتھ سے تو زہر بھی کھالیں گے جانِ من ـــ"

اچھا تو پھر ملتے ہیں کہہ کر ریما نے فون رکھ دیا ـــ"

آج اس نے کتنے دنوں بعد بابا کو خواب میں دیکھا ـــ بابا آپ نے تو یہ خواب

میں بھی نہیں سوچا ہو گا کہ آپکی بے بی ایسی زندگی گذارے گی — اس کی یہ دوہری شخصیت کب اور کیسے بن گئی — آپ کے بعد ماں کی ٹھہرائی ہوئی شادی سے میں نے انکار اس لیے کیا تھا کہ میں آگے پڑھنا چاہتی تھی کیریئر بنانا چاہتی تھی، آپ کی طرح بننا چاہتی تھی، آپ کا نام روشن کرنا چاہتی تھی، میں نے دنیا میں سب سے زیادہ آپ کو چاہا، آپ سے محبت کی اور آپ کی ایک ایک بات کو آئیڈلائز کیا ہے اور وہ سب لوگ جن سے میں نے محبت کی ان میں سے کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی حد تک آپ کی جھلک دکھائی دی ہے — تصویر میں لگا بابا مسکرا رہے ہوں — وہی دلفریب اور دلکش مسکراہٹ — اس نے آنسو پونچھے جو نہ جانے کب آنکھوں سے نکل کر گالوں پر بہہ رہے تھے — اور آنسو پونچھ کر کچن میں جا کر کافی بنانے لگی آج گنگا نہیں آئے گی، برتن بھی دھونا ہے اور صفائی بھی کرنی ہے اور پھر — کھانا باہر جا کر کھانا کھانے کا ارادہ برا نہیں تھا —"

ٹرن ٹرن ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی —"

اسد بول رہا تھا —"

رات کو ڈنر پر . . . . . ."

ہاں رات کو تو خالی ہوں —"

ہاں . . . . ضرور . . . . ."

لنچ پر دیپ کے ساتھ اور ڈنر اسد کے ساتھ — بس وہ یوں ہی اپنی خالی صبحوں اور شاموں کو بھرتی رہے گی مگر کب تک —" ؟

صباحت کو خط بھی لکھنا ہے —"

اور وہ صباحت کو خط لکھنے لگی —"

ڈیر صباحت !

میں پرسوں دہلی سے آئی ہوں — حسین سے ملی وہ ٹھیک نہیں ہیں — ڈاکٹر سے ملی وہ ان کی شکایت کر رہا تھا کہ ذرا کو آپریٹ نہیں کرتے — زیبا کی بات

تو بالکل نہیں مانتے ــــــ تمہیں بہت یاد کر رہے تھے پوچھ رہے تھے ــــــ تم ان سے دو چار دن کو مل آؤ ــــــ حسین ٹھیک نہیں ہے صباحت ــــــ میں دو دن ان کے ساتھ رہی وہ ہوٹل میں بھی مجھ سے ملنے آئے تھے ــــــ دہلی جاتی ہوں تو اس قدر نوسٹلجیا ہوتا ہے کہ کیا بتاؤں ــــــ" تم جا نہ سکو تو خط ہی لکھ دو تمہارے خط سے ان کو سکون بھی ہوگا اور خوشی بھی ــــ میں جب سے آئی بہت Depressed ہوں ــــ تم پریشان نہ ہونا ــــــ"

تمہاری

ریما

**نوٹ** :ــ اپنے پتی دیو کو سلام کہنا اور بچوں کو پیار ــــ"

بچوں کو بھی حسین یاد کر رہے تھے ــــــ حسب عادت خط گول نہ کر جانا ــــــ"

خط لفافے میں بند کر کے اس نے صباحت کا پتہ لکھا اور کرسی کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں ــــ پاس رکھے ہوئے کیسٹ پلیئر میں کیسٹ لگایا اور سوئچ اون کر دیا

دیا جلت ہے رات میں اور جیا جلت دن رین

جیا جلت دن رین .......

کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ ہر چیز بے معنی ہے کھوکھلی ہے ــــــ دہلی سے آ کر میں یوں ہی دنوں اداس رہتی ہوں مگر اب کی حسین کی حالت نے دل کو اور بھی پریشان کر دیا ــــ اسٹیشن پر ان کا زرد چہرہ اداس مسکراہٹ ایک پل بھی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ یہ خیال بھی آتا ہے کہ تم نے کتنی ناکام اور دکھی زندگی گذاری ــــ اور اس کی ایک وجہ صباحت کی محبت ہے ــــــ تم اس بات کو مانو تو دکھ ہوتا ہے کہ وہ تم کو نہیں چاہتی رحم کھاتی ــــــ اور اگر اس کو نہ مانو تو یہ احساس تم کو دکھی کر دیتا ہے کہ تم نے خود اسے کھو دیا ــــ میں نے تم کو ہر طرح یہ یقین دلایا کہ صباحت تم کو نہیں چاہتی مگر اصل میں تم کو اس کا یقین نہیں ہے تم تو صباحت کی امی سے ڈر گئے ــــــ خاص طور سے جب سے میں نے تم کو یہ بتایا کہ وہ گھر چھوڑ کر جانے پر تیار ہیں اور پھر تم نے وہ گفتگو خود بھی سن لی تھی ــــ اسی لئے جب صباحت کے ابا نے تم سے پوچھا کہ تم

صباحت کو چاہتے ہو اس سے شادی کرنا چاہتے ہو ؟ تو تم نے صاف انکار کر دیا اور تم نے ان کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ صباحت بھی تمہیں بھائی کی طرح چاہتی ہے جسے سنکر صباحت نے کہا تھا۔ انہیں دوسروں کی طرف سے یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ اس کو اس کا اندازہ نہیں تھا نہ ہے کہ یہ سب کرنے میں تمہیں کس قدر تکلیف ہوئی۔۔۔ گھنٹوں تم کمرے میں بند رہتے تھے۔۔۔ اسی دن تو وسیمہ نے سب کے سامنے یہ اقرار کیا تھا کہ اس نے وہ کہانی دل سے گڑھی تھی۔۔۔ اس نے تم سے بھی معافی مانگی تھی۔۔۔ چھوٹی باجی نے آکر کہا تھا۔۔۔ سوری حسین، تم خاموش بیٹھے رہے تھے، تم نے صرف صباحت سے یہ ضرور کہا تھا۔ "سوری"

کیا یہ تین الفاظ اس تکلیف اس دکھ کا بدل ہو سکتے ہیں ؟

صباحت بہت خوش تھی۔۔۔"

دیکھو میں نہ کہتی تھی کہ یہ بات جھوٹ ہے۔۔۔"

حسین فتح تو حق کی ہوتی ہے مگر یہ زیادتی تو تمہارے خاندان والوں کی تھی انہوں نے ہمیشہ ہی تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔۔۔"

ان لوگوں نے جان کر تو یہ نہیں کیا۔۔۔"

صباحت فوراً بولی تھی۔۔۔"

یہ دکھ میری قسمت میں تھا ان لوگوں کا کیا قصور۔۔۔"

صباحت ٹھیک کہتی ہے۔۔۔"

تمہیں تو صباحت کی ہر بات ہر ادا پسند ہے۔ اور میں جسے ہر شخص چاہتا ہے، پسند کرتا ہے، ایڈمائر کرتا ہے اس میں تم کو کچھ نظر نہیں آتا۔۔۔ اسی لیے یہ بات ماننے کو جی چاہتا ہے کہ خوبصورتی انسان میں نہیں دیکھنے والوں کی نظر میں ہوتی ہے۔ اور محبت و چاہت کی عینک اسے اور حسین و خوبصورت بنا دیتی ہے۔۔۔"

میں صباحت کی تعریف کرتی تو تم چپ رہتے۔۔۔ اس کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں اور ۔۔۔۔۔"

مجھے یہ سب نہیں معلوم بس وہ مجھے اچھی لگتی ہے سب سے الگ ـــ" اور میرے دل پر تمہارا یہ جملہ تیر کی طرح لگتا مگر میں اس کا احساس نہ ہونے دیتی اور تم کو اس بات کا اس قدر پکا یقین تھا کہ مجھے صباحت کی تعریف اور اس سے تمہارا محبت کرنا ذرہ برابر بُرا نہیں لگتا ہے اس لیے کہ تم میری کیفیت کو سمجھنے سے قاصر تھے ـــ تم اتنے سیدھے اور سادہ لوح ہو کہ انسان ..... وہ بھی مجھ جیسی انسان کی پیچیدہ نفسیات کو کیا سمجھتے ـــ بہت سی باتیں ہم بظاہر مان لیتے ہیں انہیں قبول کر لیتے ہیں، اس کو نارمل بھی سمجھنے لگتے ہیں ـــ مناسب بھی جانتے ہیں ـــ مگر وہ کیسے ہمارا دل دکھاتی ہیں ـــ نہ دوسرے محسوس کر سکتے ہیں نہ ہم انہیں بتا سکتے ہیں۔

ریما مصرا تم نے جس زندگی کے خواب دیکھے تھے وہ تم کو مل گئی ـــ آزادی کی زندگی تم نے کیریئر بنا لیا ـــ علم حاصل کیا، عزت ملی شہرت ملی، ہر دلعزیزی ملی، خاندان اور سماج کے بندھنوں کو توڑنے کے لئے سراہنا ملی ـــ پیسہ ملا ـــ یہ گھر فرنیچر کار، مگر دل میں ایک خلا ہے گہرا خلا ـــ"

یہ کیوں ہے ؟

اس لئے کہ ہم سب دوہرے معیاروں کے مارے ہوئے ہیں ـــ ایک طرف تو میں اس زندگی کو گذارنے کی آرزومند تھی ـــ دوسری طرف میرے ذہن میں آدرش بھارتیہ ناری کی زندگی کا آئیڈیل بھی تھا ـــ جسے میں نے ہمیشہ جھٹلایا، پتی ورتا ناری اپنے تصور میں تم نے خود کو بارہا اس طرح دیکھا ہے لال کور کی بنگالی ساڑی، الٹا پلّو پلّو میں چابیاں بندھی ہوئی، مانگ میں سندور، پاؤں میں بچھوے، گلے میں منگل سوتر ـــ پتی کا انتظار کرتی ہوئی، بچوں کو بہلاتی جیسے تمہاری دوستیں ـــ بہت سی عورتیں ـــ جیسے صباحت ....

مگر اب تم کیا کرو گی ؟

اب بھی کر سکتی ہو ـــ"

مگر اب تمہارے پاس انتخاب نہیں ہے ـــ تنہائی سے گھبرانا

کیا وہ تو یوں بھی ہے ووں بھی —"
کیسٹ ختم ہو گیا اس نے کیسٹ پلیئر کا سوئچ بند کیا —" اور آنکھیں بند
کر کے کرسی کی پشت سے سر ٹیک دیا —"

---

اس نے ساتویں دفعہ انتساب کی عبارت لکھ کر کاٹی ـــــ اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا جب الفاظ معنی ادا کرنے سے قاصر ہو جائیں تو انسان کیا کرے اس کے ساتھ یہ اکثر ہوا ہے ـــــ"

جس رات صباحت کو وہ رخصت کرنے اسٹیشن گیا ـــــ اور جب اس نے اس کے دونوں ہاتھوں کو ہاتھ میں لے کر اسے خدا حافظ کہا تو اس کے جواب میں صباحت کی آنکھوں سے دو آنسو گر پڑے تھے ـــــ"

اس نے ہاتھ چھوڑ دئے گاڑی چلی گئی ـــــ اس نے روتی ہوئی ریما کو گلے سے لگا لیا تھا ـــــ ریما نے گھبرا کر خود کو چھڑایا تو اسے خیال آیا کہ یہ اس نے کیا کیا ـــــ مگر افراتفری میں کسی نے دیکھا نہیں تھا ـــــ"

گھر آتے آتے صباحت کے آنسوؤں کی تپش ہاتھوں سے دل تک پہنچ گئی ـ سردی کے باوجود اس کے ماتھے پر پسینہ آرہا تھا ـــــ حلق خشک تھا وہ دیر تک ٹہلتا رہا اس کے بعد پلنگ پر لیٹا تو کھڑکی سے گل مہر کی باڑھ عقب میں گل برگ کے اس کمرے کو تکتا رہا جس میں صباحت رہتی تھیں جسے دیکھ کر مجھے عجیب طاقت کا احساس ہوتا تھا ـــــ ایک طمانیت ملتی تھی ایسا لگتا تھا کہ میں اکیلا نہیں ہوں تم ہو میرے پاس ـــــ مگر اب تم کہاں تھیں تم اپنے شریک زندگی کے ساتھ سفر پر روانہ ہو گئی تھیں ـــــ پچیس سال کا ساتھ آج چھوٹا تھا ـــــ تم فرسٹ کلاس کے کوپے میں شوہر کو ساتھ لیے چلی جا رہی تھیں

اور میں اپنے پلنگ پر لیٹا یاد ماضی میں کھویا ہوا تھا ___ مجھے وہ صبح یاد آ رہی تھی،
جب میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو ممدو چچا نے کہا تھا ___"

بھیا تمہاری ایک ننھی سی بہن آئی ہے ___"

ننھی سی بہن ___"

ننھی سی بہن کیسی ہوتی ہے ___؟

بہن تو بڑی باجی جیسی رعب داب والی ہوتی ہے ___ یا چھوٹی باجی کی طرح
غصے والی ___"

ننھی سی بہن کیسی ہوگی ___؟

اور جب شام کو وہ ضد کرکے اماں کے ساتھ اسپتال گیا تو نرس نے کمبل
میں لپٹی ہوئی ایک چھوٹی سی چیز کو دکھایا ___ تو وہ اسے بہت پیاری لگی اور پھر
روز بروز وہ اسے پیاری لگنے لگی ___"

دنیا میں سب سے زیادہ پیاری اور اپنی ......"

اور آج تمہیں رخصت کرکے دل میں ایک عجیب تنہائی کا احساس ہو رہا ہے
ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی جنگل بیابان میں کھڑا ہو ___ اور پھر وہ اٹھا لائٹ
جلائی اور کاغذ قلم نکالا اور لکھنے لگا اور جانے کب تک وہ لکھتا رہا لکھتا رہا کاٹتا رہا،
دھیرے دھیرے اسے محسوس ہوا جیسے دل کا بوجھ کم ہو رہا ہے ___ وہ کب تک لکھتا
رہا کب جاکر سو گیا اسے کچھ یاد نہیں تھا ___ صبح اٹھا تو دن چڑھ آیا تھا کمرے میں
دھوپ پھیلی ہوئی تھی اس نے میز پر نظر ڈالی اس کے چاروں طرف کاغذ بکھرے
ہوئے تھے اور میز پر ایک کاغذ رکھا تھا جس پر لکھا تھا "وحشت تنہائی" اور اس
کے نیچے ایک طویل نظم لکھی ہوئی تھی ___ وہ حیران رہ گیا ___ اس کے جذبات
و احساسات نے شعروں کا پیکر کب اور کیسے اختیار کرلیا؟ یہ نظم اس کی ہے اس
نے کہی ہے مگر کیسے؟

اسے شاعری سے دلچسپی تھی دوسروں کے کہے ہوئے شعروں کو وہ پسند

کرتا تھا انہیں پڑھتا تھا اسے ان میں اپنے خیالات، احساسات وجذبات کا عکس بھی ملتا تھا مگر خود شعر کہنا ـــــ اور یہ ابتدا تھی میرے اس شوق یا مشغلے کی ـــــ"

بینک کے غیر دلچسپ کھاتوں آمد و خرچ کے حسابات دیکھنے اور کرتے۔ وہ اکتا جاتا تو رات کو اپنے خواب جو وہ جاگتی آنکھوں دیکھتا تھا شعروں میں ڈھل کر کاغذ پر اترنے لگتے تھے رفتہ رفتہ ان کاغذ کے ٹکڑوں نے اس کے رفیقوں کی جگہ لے لی ـــــ"

رات کے آتے غمکدے کا در کھلتا اور میرے یہ رفیق آتے میری تنہائی کا مداوا کرتے میں نے ان ہی کے سہارے تمہاری جدائی کے دن کاٹے ہیں صباحت ان کو سنبھال سنبھال کر رکھنے کا خیال آیا بھی تو صرف اس لئے کہ تم ان کو دیکھو۔ تمہارے علاوہ انہیں کسی کو دکھانے کسی کو سنانے کی خواہش نہیں ہوئی ـــــ صبّو ہم نے دونوں نے بچپن سے مل کر خواب دیکھے تھے دنیا کو خوبصورت بنانے کے۔ وہ سب منصوبے جو ہم نے اس "گل" میں اپنا حصہ ادا کرنے کیلئے بنائے تھے، دنیا میں جو باتیں ہم کو عجیب معلوم ہوتیں ہم ان کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے اور دونوں مل کر ان کا جواب کھوجتے تھے ـــــ"

حسین بھائی ہم کیا بنیں گے ؟

تم بتاؤ میں حسب عادت کہتا ـــــ"

میں بتاؤں ہم ہم جرنلسٹ بنیں گے ـــــ"

مجھے تو جرنلزم سے کوئی دلچسپی نہیں ـــــ"

ارے بھائی بنیں گے تو دلچسپی ہو ہی جائے گی ـــــ"

تم تو اس لیے کہہ رہی ہو کہ اس کیلئے جیسے بہت بڑی بڑی ڈگریوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

وہی مرغ کی ایک ٹانگ جرنلسٹ تو اتنے پڑھے لکھے ہوتے ہیں ان کی لوانتی معلومات ہوتی ہیں ـــــ ان کے ہاتھوں میں ایک طرح ملک کی باگ ڈور ہوتی

ہے ،، تم اپنی قابلیت کا اظہار کرتیں اور میں ہنس پڑتا —"
اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے، تم چڑ جاتیں کبھی تم میری انگلیوں کی تعریف کرکے مجھے آرٹسٹ بننے کا مشورہ دیتیں — میں ترنگ میں آکر گنگناتا تو تم مجھے موسیقی سیکھنے پر اکساتیں میرے ادبی ذوق، میری شدت احساس کی بنا پر کبھی شاعری کرنے کو کہتیں — ایک طرف خاندان کے لوگ تھے جنہیں مجھ میں کسی قسم کی صلاحیتیں نظر نہیں آتی تھیں — جو مجھے خاندان کا بلیک شیپ کہتے تھے دوسری طرف تم تھیں جسے مجھ میں قسم قسم کے Talants نظر آتے تھے۔ میں نے تمہاری کوئی توقعات پوری نہیں کیں بس ترقی کرکے بینک کا مینجر ہی بن پایا — میں نے شراب پینی شروع کی — میں نے ریس کھیلی — میں نے خود کو زلف و رخسار کی جنگ میں کھو دینے کا ارادہ کیا مگر تم مجھے ہر جگہ سے کھینچ لائیں اور آخر کو میں نے اپنی زندگی کی ناکامیوں اور مایوسیوں کو شعروں میں ڈھالنا شروع کردیا —" میں نے کینوس پر لائنیں کھینچیں اور ان میں وہ سب دکھایا جو مجھ پر گذرا —"
اب جبکہ زندگی کا آفتاب لب بام ہے، میں بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ اس کو کن الفاظ میں تمہاری نظر کروں —"
ارے تم یہاں بیٹھے ہو میں تم کو نہ جانے کہاں کہاں ڈھونڈ آئی ،،
زیبا بہت گھبرائی ہوئی تھی —"
ارے تم نے تو میری جان ہی نکال لی —"
تم سوئیں نہیں —؟
سوگئی تھی، خواب میں ڈر گئی —"
بہت بھیانک خواب تھا —"
تم اچھے تو ہو —؟
اس نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا یہ اتنا ٹھنڈا کیوں ہو رہا ہے ؟

تم کیسے ہو، اتنے زرد کیوں لگ رہے ہو، سانس کیوں پھول رہا ہے ؟

زیبا اس پر جھکی کھڑی رہی تھی ــــ"

اس نے زیبا کو گلے سے لگا لیا ــــ"

کچھ نہیں میں ٹھیک ہوں ــــ اور کاپی دراز میں ڈال دی ــــ"

چلو ــــ"

مگر زیبا اس کے گلے سے لگی رو رہی تھی ــــ اسے لگا جیسے اس کے دل پر برف کی جمی سِل پگھل رہی ہو ــــ"

یہ میرے لئے اس قدر بے چین اور بے قرار ہے اور میں ........

وہ اسی طرح اس کو اپنے سینے سے لگائے اپنے بیڈ روم میں آیا اور پلنگ پر لیٹ کر اسے اپنے قریب کر لیا ــــ"

میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے کچھ نہیں ہوا ــــ"

ذرا سی قربت اور نرمی نے زیبا کی آنکھوں کے بند جو نہ جانے کب سے بند تھے کھول دیے ــــ"

زیبا مجھے معاف کر دینا میں تم کو کچھ نہیں دے سکا ..... کچھ بھی نہیں ....

بہ نہ کہو ــــ"

زیبا نے روتے ہوئے کہا ــــ"

زیبا کا سر اس کے سینے پر تھا وہ رو رہی تھی ــــ اور وہ اس کے بالوں میں ہولے ہولے انگلیاں پھیر رہا تھا ــــ"

---

خسرو رین سہاگ کی جاگی پی کے سنگ
تن مورا من پیو کا دونوں بھئے ایک رنگ
تن مورا ــ من پیو کا ــ تن مورا من پیو کا
دونوں بھئے ایک رنگ ــــ !

رین سہاگ کی رات تھی پورے بارہ سال بعد— آج وہ دونوں ایک ہوئے
کتنے دن لگ گئے ایک ہونے میں اس طرح ایک ہوتے ہیں —" وہ رات ان سے ملاقات
کی پہلی رات جب انہوں نے اس کے کندھے پر سر رکھ کر اتنے آنسو بہائے، اتنے آنسو
بہائے تھے کہ وہ پریشان ہو گئی تھی اس کے ذہن میں تو تھا کہ مرد نہیں روتے—
رونا تو عورتوں کا حق ہے انہوں نے اس سے کہا تھا کہ تم نے ایک ہی تہی دست انسان
کو اپنا بنایا ہے بڑا گھاٹے کا سودا کیا ہے اور پھر وہ دیر تک باتیں کرتے رہے اپنے
بارے میں خاندان کے بارے میں — اور صباحت کے بارے میں — اس کی چھوٹی
چھوٹی باتیں اس سے اپنی دوستی — اور وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر کڑھتی رہی
کہ یہ کس قسم کی سہاگ رات ہے — اس میں "میں" تو کہیں ہوں نہیں، کیا یہ وہی
رات ہے جس کے خواب اس نے لڑکپن سے دیکھے تھے—"

فلموں میں اس کی منظر کشی دیکھ کر وہ اپنے آپ میں سمٹ جاتی تھی یہ دکھ
درد بانٹنے کی باتیں صرف کہتے میں اور کتابوں میں اچھی لگتی ہیں—"

اور پھر صبح ہو گئی تھی عجب احساس محرومی اور تشنگی کے ساتھ اور صبح جب
وہ ریما سے ملی تو خوب روئی —"

ارے رو کیوں رہی ہو بتاؤ تو ہوا کیا ؟

ریما۔ ان کے پاس مجھے دینے کو کچھ بھی نہیں ہے —"

چند الفاظ بھی نہیں، جھوٹی تسلی بھی نہیں —"

بہت غلط ہوا ریما—"

نہیں ایسی بات منہ سے بھی نہ نکالو اور پھر اس نے ریما سے سب تفصیلات
بتا دیں—"

یہ سنکر ریما کو بہت غصہ آیا——"

تو انھوں نے پھر شادی ہی کیوں کی تھی —" ؟

اگر ان کے پاس وہ سب کچھ دینے کو نہیں تھا جو ایک بیوی کا حق ہے اور اس دن

ریما نے انہیں بہت جھاڑا وہ ملے تو بار بار معافی مانگ رہے تھے ــــ وہ سب کہنے کی کوشش کر رہے تھے جو ریما نے انہیں بنایا سکھایا تھا ــــ اور ریما کا پڑھایا ہوا سبق وہ بھول بھول جاتے تھے اور وہ دن اور آج کا دن ہمارے درمیان وقت کے ساتھ دوری بڑھتی گئی ــــ ان دیکھی دیواریں اٹھنی شروع ہوئیں تو وہ اٹھتی ہی گئیں اور اب تو وہ اتنی اونچی ہوگئیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو جھانک بھی نہیں سکتے تھے ہم اجنبیوں کی طرح ایک بستر پر کبھی کھلی آنکھوں کبھی بند آنکھوں پڑے رہتے مگر کل اچانک جانے کیسے ہم نے ایک دوسرے کو جھانکا تو کھنچے چلے آئے اور جب میں ان سے ملی تو وہ مجھے اپنے ہی لگے یہ محسوس ہوا کہ وہ میرے ہی تھے میں نے خود ان کی قربت کا احساس نہیں کیا کل رات مجھے یہ محسوس ہوا کہ دو وجود مل کر کیسے ایک ہو جاتے ہیں ــــ میں نے اتنے دنوں بعد انہیں پایا جب میں یہ فرق نہیں کر پائی کہ میرے دل کی دھڑکن ہے کہ ان کی ــــ"

اب تک یہ سب کیوں نہیں ہوا ــــ ؟

شاید غلطی میری تھی ــــ"

میں نے شادی سے پہلے ان سے جو باتیں کی تھیں جو وعدے کئے تھے اس کو سچ جان کر ان پر بھروسہ کر کے انہوں نے اپنا ماضی اپنے دکھ اپنا درد مجھ سے شیئر کیا تو میں نے اس میں کسی تیسرے کو شامل کر کے اس پر رو کر ہائے واویلا کر کے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی اور انہیں کھو دیا ــــ"

مجھے ان سے یہ شکایت تھی کہ وہ اپنی شادی کی رات بھی صباحت کو نہیں بھولے اس کا ذکر کرتے رہے میں نے اس کی قدر نہیں کی ــــ انہوں نے مجھ سے ریا کاری نہیں کی ــــ بے ایمانی نہیں کی ــــ جو ان کے احساسات تھے وہ مجھ سے شیئر کیے ــــ وہ اپنے بچپن کی دوست محبوبہ اور ساتھی کو جن کی محبت ان کے دل میں سمائی ہوئی تھی کیسے مجھے دیکھتے ہی بھول جاتے ــــ انہوں نے اپنے دل کی بات کہہ کر مجھے اپنی زندگی کا شریک بنانا چاہا تھا ــــ میں ان کا اعتماد نہ توڑتی

واقعی ان کی دوست بن کر دکھاتی تو وہ مجھے سب دیتے ــــ مگر میرے کانوں میں تو ایسے موقع پر کہے گئے ٹیپکل اوپری اور تصنع آمیز جملے گونج رہے تھے میں ان سے روایتی اظہار محبت کی توقع کرتی رہی میں نے ان کی ایمانداری اور سچے جذبات کے اظہار کی قدر نہ کی مجھے تو چاہے جانے کا شوق تھا چاہنے کا نہیں ــــ میں نے یہ جانا ہی نہیں کہ چاہنا کسے کہتے ہیں ــــ محبت کروانا اور ہوتا ہے محبت کرنا اور اسی لئے میں عباس کے چیلے ٹیپکل اور روایتی اظہار عشق سے مسحور ہو کر اس کی ہر بات کا یقین کر بیٹھی اور حسین کے روایتی اظہار عشق نہ کرنے پر جلتی کڑھتی رہی ــــ یہ سمجھے بغیر کہ اس میں اس کا کیا قصور ہے ــــ میں نے پہلے ہی دن اپنے اور ان کے درمیان ایک "تیسرا" شامل کر لیا ــــ اور اس کی اوٹ میں حسین چھپ گئے اور میں بارہ سال ان کی پرچھائیں کے پیچھے بھاگتی رہی ــــ ریما کی وہ سب کوششیں جو ہمیں ایک کرنے کی تھیں ہمیں دور کرتی رہیں ــــ کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ یہ سب ..... یہ سب اس نے جان بوجھ کر کیا یا میری بدگمانی ہے ــــ شاید میں اس پر ہمیشہ حیران رہتی کہ دوستی کے باوجود ریما کے خیالات صباحت کی طرف مخالفانہ رہے ریما نے صباحت کو اپنا نہیں میرا رقیب بنا کر اس سے رقابت کی ــــ اور میں ریما کو سمجھ نہیں پائی میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا ــــ"

حسین مجھے معاف کر دو ــــ اس نے سوتے ہوئے حسین کے سینے پر سر رکھ دیا

---

دھوپ پورے کمرے میں پھیل گئی تھی ــ زیبا سنگھار میز پر بیٹھی بالوں میں کنگھا کر رہی تھی اس کے چہرے پر عجیب قسم کی تازگی اور طمانیت تھی اس کی ذرا سی نرمی ذرا سی محبت نے زیبا کو پھول کی طرح کھلا دیا اور اب تک وہ اس کو دینے میں بخل کرتا رہا ــــ اسے اس کے حق سے محروم رکھا ــــ ہم مرد بھی کس قدر خود غرض ناانصاف اور خود پسند ہوتے ہیں ــــ عورت کے جذبات اور محبت کی شدت اور Devotion کا کس قدر غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اسے طرح طرح سے ایکسپلائیٹ کرتے ہیں وہ ہر حیثیت

سے زندگی بھر مرد کو اپنی زندگی کا محور بنائے رکھتی ہے اس کے بنائے گینوں میں ساجن پیا بالم ہی ہوتے ہیں جنہیں وہ نرمو ہی نردئی کہہ کر معاف کر دیتی ہے اپنی محبت کے لئے۔ اس نے ریما کی محبت کا احساس نہیں کیا جب اس نے جتایا تو بھی اسے ٹھکرا دیا۔ زیبا سے شادی کی تو اسے بھی نہ محبت دی نہ رفاقت۔ بس اپنی محبوبہ جیسے اپنی حماقت۔ اپنی خود پرستی سے کھو دیا اس کی یاد دلا۔ اس کو نہ پانے کے پچھتاوے میں پڑا رہا۔ میں نے زیبا کے ساتھ بڑی ناانصافی کی اب ....... اب میں اس ناانصافی کا ازالہ کروادوں گا۔ مگر اب تو بہت دیر ہو گئی اب مہلت کہاں ہے جو بھی ہے جناب اٹھئے۔ زیبا کی آواز میں ایک عجیب کھنک تھی اس نے آنکھیں کھولیں تو صبح غیر معمولی طور پر روشن تھی آج اس تھکن اس اکتاہٹ کا احساس نہیں تھا جو ہر روز صبح کو ہوتا تھا۔"

---

○

بچے ناشتہ کرکے اسکول جا چکے تھے راشد جانے کی تیاری میں تھے —
آج ڈنر کا مینو کیا ہو معلوم نہیں ڈرنکس ہیں یا نہیں — خانساماں کو
بازار بھیجدوں — ڈرا ئیور سے کہوں کہ لنچ میں میری مدد کرے — سامنے اخبار
کھلا ہوا تھا — اخبار پر نظر ڈالنے سے بھی خوف آتا ہے — زندگی کتنی غیر محفوظ ہے
ایک طرف انسان ترقی کی منزلوں کو چھو رہا ہے ہر طرح کی بیماریوں اور وباؤں پر
قابو پا رہا ہے — دوسری طرف انسانی زندگی کی ارزانی ہر صبح لوگوں کے ہاتھوں
لوگوں کے مارے جانے کی خبریں اب معمول ہو گئی ہیں — یہ سب کیوں ہو رہا
ہے — ؟

وہ قد آور سیاسی شخصیتیں ختم ہو گئیں اور ان کی جگہ جن لوگوں نے لی ہے
ان پر نہ کسی کو اعتماد ہے نہ ان میں اہلیت ہے وہ سب تاریخ کا ایک حصّہ بن گئے
ان کے نام اب کتابوں میں ملتے ہیں یا ان کے اسٹیچو ملتے ہیں — ہر طرف مفاد
پرستی، تنگ نظری، اور تعصب ہے، ایک دوسرے سے نفرت ہے، یا یہ
Indifference ہے
مجرمانہ خاموشی کیا ہوگا — یہ صورت حال کیسے بدلے گی — کون بدلے
گا — ؟

ہماری پہلی والی نسل کے پاس تو کرنے کو بہت کچھ تھا اس نے کیا بھی مگر ہم

نے کیا کیا ___ ؟

اب ہم کو دیکھو ایک بزنس مین سے شادی کر کے امیرانہ شان سے زندگی گذار رہے ہیں ہم اور ہمارا گروپ بس اس میں ریما ہی نے کچھ کر کے دکھایا وہ بہت ہمت کی اور جیالی لڑکی تھی مگر اس کو بھی مذہبی جنون ہو رہا ہے شاید اولڈ میڈس والی اب نارملیٹز ہیں ___ بندرابن اور ہری دوار کے چکر لگانا مالائیں پہننا، تلک لگانا یہ سب کیا ہے ؟

شاید زندگی گذارنے کے لیے کچھ سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اس نے ریما کا مذاق اڑایا تو وہ خفا ہوگئی ___ باقاعدہ برا مان گئی ___"

پہلے تو ایسا نہ تھا ___ شاید غلطی میری تھی مجھے نہیں کہنا چاہیے تھا مگر ریما سے بات کرنے سے پہلے اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ کیا کہنا چاہیے اور کیا نہیں" ریما سے ملاقات کو پچیس سال ہو گئے جب وہ انٹر میں پڑھتی تھی پچیس سال سے ہم دوست ہیں اور ایک دوسرے کے راز دار لوگ ہم پر رشک کرتے ہیں ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیسے ..... ہم لوگوں کی دوستی اب تک باقی ہے دوستی کے پودے کو محبت کے ساتھ Under Standing کی آبیاری کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ہم دونوں ہی کرتے ہیں، ہم دونوں کی طبیعت مزاج سوچنے کا انداز بہت سے معاملات میں ہمارا نقطہ نظر بالکل مختلف ہے مگر بس کچھ بنیادی باتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے پر اعتماد ہے ___ ریما اور حسین اس کی زندگی میں ان دونوں کی خاص جگہ ہے ___ حسین میرے دوست بھی اور محبوب بھی جن کے ساتھ میرا بچپن، میرا لڑکپن اور جوانی کا ایک حصہ گذرا ___ جذبات اور احساسات کے اتار چڑھاؤ سے ہم ساتھ ساتھ گذرے مگر حسین کی بزدلی اور میری خود پسندی نے ہم دونوں کو جدا کر دیا ___ ریما نے ہم دونوں کو ملانے کی کیا کیا کوششیں نہیں کیں کس قدر حسین کی ہمت بندھائی مگر وہ میری محبت کو رحم سمجھتے رہے آخر کو ریما نے بھی ہار مان لی اور کوشش کر کے ان کی شادی زیبا سے کرا دی ___"

ریما نے حسین کے لیے بہت کیا۔ جب وہ اپنا مقابلہ ریما سے کرتی ہے تو احساس ہوتا ہے کہ اس نے حسین کے لیے ان کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔"

ریما نے تو زیبا سے شادی اس لیے کرائی تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو محبت اور رفاقت دیں گے — اور زیبا حسین سے کم تر حیثیت رکھتی تو شاید وہ اس کی محبت پر اعتماد کر سکیں مگر نہ وہ خود خوش رہے نہ زیبا کو خوش رکھ سکے۔"

زیبا سے اسے بہت ہمدردی ہے — ریما نے زیبا کے لئے حسین سے کیا کیا لڑائیاں لڑی ہیں اس نے بہت بار اس سے بھی حسین سے بات کرنے کو کہا مگر وہ اب حسین سے کسی ذاتی معاملے پر بات کرنے سے گھبراتی تھی اور پھر یہ بھی ہے کہ اس کے نزدیک یہ بات صحیح بھی نہیں ہے کہ ہم کسی سے محبت کرنے کی سفارش کریں شاید یہ غلط ہو شاید یہ میں نے اپنی بے عملی کا جواز ڈھونڈھا ہو — جو بھی ہو ریما کا فلسفہ دوسرا ہے وہ کہتی ہے کہ بہت دفعہ اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہم لوگوں کو بعض چیزوں کا احساس دلائیں — وہ پاگل تو سب کے گریباں سینے کی فکر میں رہتی ہے اور خود اپنے گریبان کی فکر کرنے کی اسے فرصت نہیں ہے — وہ سب کے لیے کرتی ہے مگر ہم اس کے لیے کچھ نہیں کرتے — وہ میرے لیے کیا کچھ کرتی رہی ہے اور آج بھی جب مجھے اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ آجاتی ہے بعض دفعہ کہنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی ہے انسانوں سے اس کی دلچسپی اور ان کے دکھ درد بانٹنے کا اس کا بے پناہ جذبہ — یہ چیز حسین میں بھی ہے مگر ان میں ایک طرح کا ریئرروویشن ہے۔ اس کی وجوہات بھی ہیں —

حسین کو نہ اپنے اوپر اعتماد ہے نہ دوسروں پر — جبھی تو وہ خود مجھے پروپوز نہ کر سکے پاپا نے کہا تو ان سے صاف جھوٹ بول دیا اور جب میں نے منہ پھوڑ کر ان سے کہا "مجھے روک لو حسین بھائی" تب بھی ان کو یقین نہیں آیا کہ میں انہیں چاہتی ہوں تو پھر میں کیا کرتی — ارے آج میں کیا سوچنے بیٹھ گئی۔"

ڈارلنگ اب ہم چلے یہ اپنا خط لو ــــ آج ہماری میٹنگ ہے شاید دیر ہو جائے گی ــــ"

راؤ کو فون ضرور کر دینا ــــ"

ہاں یہ خط کس کا ہے ــــ؟

ریما کا ــــ!

ہماری حسین محبوب صفت سالی کا ــــ؟

کیا لکھتی ہیں ــــ؟

کب آرہی ہیں ادھر ــــ؟

حسین بھائی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ــــ"

اچھا یہ تو برا ہوا ــــ"

تم فون کر لینا اچھا اب ہم چلتے ہیں ــــ"

خدا حافظ ــــ"

اس نے پھر ریما کا خط پڑھا ــــ حسین بہت بیمار ہیں ــــ دو سال سے میں ان سے نہیں ملی ایک ملک میں رہ کر بھی ــــ کیسے جاؤں بچوں کو کس پر چھوڑوں میں حسین کو خط کیا لکھوں فارمل خط لکھنے سے کیا فائدہ اور جو میں لکھنا چاہتی ہوں لکھ نہیں سکتی ــــ"

تو تمہاری ناکام اور اداس زندگی نے تمہارا یہ حال کر دیا ــــ"

اس میں حالات کا ہاتھ تو ہے مگر تمہاری طبیعت اور مزاج کا زیبا کے ساتھ تم اچھی زندگی گذار سکتے تھے مگر زیبا تمہارا خیال کرتی ہے شاید اسے تم سے محبت بھی ہے مگر وہ تمہاری مزاج داں نہیں ویسے تمہیں سمجھنا تمہیں ڈیل کرنا کچھ ایسا مشکل تو نہیں ہے ــــ بس زندگی کی پے در پے ناکامیوں نے تمہارا اعتماد ختم کر دیا خاص طور سے تمہارا امریکہ کا تجربہ ــــ جب اصرار کر کے بھائی جان اور بھابی تم کو امریکہ لے گئے تھے میں بہت خوش تھی کہ شاید وہاں جانا تمہارے لیے بہتر ہو

تمہارا کھویا اعتماد واپس آجائے تمہارے دل سے یہ خیال نکل جائے کہ تم کچھ نہیں کر سکتے دل میں چھپا ہوا خیال یہ بھی تھا کہ شاید امی جان کے لئے بھی تم قابل قبول ہو جاؤ تم بھی نئی امیدوں اور حوصلے کے ساتھ گئے مگر وہاں ایک طرف تو تم پڑھائی میں چل نپائے نہ وہاں کی زندگی سے تم مطابقت پیدا کر سکے ـــ بھابی کے لئے بھی تم اس حد تک مددگار نہیں ثابت ہوئے جتنا وہ سوچتی تھیں ـــ انہوں نے سوچا تھا کہ جو پیسے وہ میڈس اور بے بی سِٹر پر خرچ کرتی ہیں ـــ اس سے کم میں وہ تم کو رکھ کر پڑھا بھی دیں گی اور تم ان کا یہ سب کام سنبھال لوگے ـــ مگر تم یہ نہیں کر سکے اور ان چیزوں سے پریشان ہو کر تم گم سُم اور چپ رہنے لگے جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ تم نفسیاتی بیمار ہو اور واقعی تمہارا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ـــ اور پھر تم چھ مہینے بعد وہاں سے واپس آئے اس حالت میں کہ ذہنی طور پر صحت مند تھے نہ جسمانی طور پر ـــ خاندان والوں نے کب تمہارا خیال کیا تھا کب تمہیں سمجھا تھا جواب سمجھتے ہم نے کیا ـــ مگر ہم پورے خاندان کی بے توجہی اور لاتعلقی کا ازالہ تو نہیں کر سکتے تھے پھر اپنوں کی ملامت آمیز اور غیروں کی ترحم آمیز نظریں ـــ یہاں بھی تمہارا علاج ماہرین نفسیات سے کرایا جانے لگا ـــ"

ٹرن ٹرن ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی ـــ ڈنر پر سات لوگ اور آئیں گے راشد کہہ رہا تھا ـــ"

راؤ سے بات کرلی ـــ ؟

نہیں ـــ!

بھئی کرلو وہ نکل جائے گا ـــ"

اچھا کہہ کر وہ راؤ کو فون ملانے لگی ـــ"

"ـــــــــــــــــــ"

ابھی تھوڑی دیر ہوئی جب سب لوگ گئے تھے ـــ ڈنر بہت اچھا رہا، راشد بہت خوش تھا ـــ اس کو اچھا بزنس آفر مل گیا ـــ ہر شخص مسز علی کی خوش ذوقی مہمان نوازی کی داد دے رہا تھا ـــ مگر اسے تو ان لوگوں سے مل کر ذرا بھی خوشی نہیں

ہوتی۔ اتنے دنوں بعد بھی وہ اس قسم کی ڈنروں، لنچوں، اور پارٹیوں کی عادی نہیں ہوئی اب بھی ان لوگوں سے اس کا دل گھبراتا ہے۔ شمار تو ہمارا بھی اپر کلاس میں ہوتا مگر ہمارا خاندان اس درجہ مغرب زدہ نہیں۔ ہمارے خاندان نے کچھ پرانی روایات اور اقدار کو باقی رکھا تھا۔ دھڑلے سے پینا پلانا ڈانس کارڈ کھیلنا۔ اس کے یہاں ان چیزوں کا تصور بھی نہیں تھا۔"

شادی کے بعد جب وہ اس قسم کی پارٹیوں میں گئی کس قدر بوکھلائی اور پریشان سی رہتی تھی، شراب اور سگریٹ کے دھوئیں سے اس کا سر چکرانے لگتا تھا، ہر آدمی آتا اس کے لباس اس کی صورت اور خوبصورتی کی تعریف کرتا۔ مصنوعی اور بے معنی گفت گو۔ آپس میں فحش مذاق ایک دوسرے پر فقرے بازی بے جا بے تکلفی۔ وہاں سے آکر گھنٹوں اس کی طبیعت بے مزہ رہتی۔ راشد سے اکثر جھڑپ ہو جاتی جو عام طور پر اس وقت نشے میں دھت ہوتا۔ وہ اکثر اس بات پر بحث کرتا کہ اس میں کیا حرج ہے اور یہ جاہل عورتوں کی طرح شراب کیا کہتی ہو ڈرنکس۔"

اچھا ڈرنکس ہی سہی اس کا اس قدر اور وافر استعمال جس میں خواتین بھی شامل ہوں اور نوجوان بھی اور جب پی پی کر بہکیں اپنے آپے میں نہ رہیں نہ زبان پر قابو ہو نہ ہاتھ پیر پر۔"

بھئی یہ سب کیا بے وقوفی کی باتیں کرتی ہو تم، تم لوگ تو بہت پروگریسو ہو ہم نے تو سنا تھا۔"

اور پھر ان دونوں کی یہ جھڑپ لڑائی کی شکل اختیار کر لیتی۔ کبھی کبھی وہ اس ماحول سے اتنا اکتا جاتی کہ جی چاہتا وہ یہاں سے بھاگ جائے مگر پھر سوچتی کہ یہ سب جانتے بوجھتے اس نے قبول کیا ہے پھر اگر میں نے نباہ نہیں کیا تو اس کا کسی نہ کسی طرح الزام امی جان تم ہی کو دیں گی۔ امی سے مجھے اب ڈر لگنے لگا تھا ولیمہ والی بات کے بعد سے۔ اور پھر میں نے اپنے ماحول سے سمجھوتہ کرنا شروع کر دیا مگر اپنی ٹرمس پر سو فیصدی اس نے خود کو اس ماحول میں نہیں ڈھالا۔ مگر بہت حد تک قسمت اور وقت کے فیصلوں کے آگے

اپنا سر جھکا دیا ــــ"

اب میں یہ کیوں سوچے جا رہی ہوں جو ہوا ہو گیا خدا کرے حسین بھائی اچھے ہو جائیں وہ ان کو خط لکھے گی ان سے ملنے جائے گی ــ شادی کے بعد اس نے خود کو ان سے بالکل الگ کر لیا کوئی تعلق ہی نہیں رکھا اپنے سکون کے لیے ان کے سکون کے لیے۔ بعد میں زیبا کے سکون کے لئے۔ نہ معلوم اس سے ہم تینوں میں سے کسی کو سکون ملا یا نہیں مگر وہ اب اپنی اس زندگی سے خوشی کے چند لمحے چرائے گی اور اس کو وقت کی قید سے آزاد کرے گی ــــ وہ اس جمود کو جو اس پر چھا گیا توڑے گی ــــ وہ صبح ہی بچوں اور راشد سے بات کرے گی ــــ وہ ضرور دہلی جائے گی

---

میں ایک ہفتے کے لیے دہلی جا رہی ہوں ــــ"

صباحت نے ناشتے کی میز پر اعلان کیا ــــ"

کیوں ــــ ؟

کیوں ــــ ؟

کیوں ــــ ؟

راشد، ٹیپو، اور راحت نے بالترتیب سوال کیے ــ"

بس یوں ہی دہلی جانے کو دل چاہتا ہے ــــ"

امیّ پاپا تو ہیں نہیں ــــ راشد نے کہا ــــ"

نہ ہوں ــــ"

تو آپ کس کے پاس جائیں گی ــــ ٹیپو نے سوال کیا ــــ"

حسین ماموں کا جی ٹھیک نہیں ہے ــــ"

اوہ ــــ ارے ہاں کل تم بتا تو رہی تھیں ــــ"

کیسے ہیں وہ ــــ ؟

ریما آنٹی نے لکھا ہے کہ ان کی طبیعت کافی خراب ہے۔ راحت نے بجائے صباحت

کے جواب دیا ــــ ریما آنٹی اور بیٹھے بیٹھے چھوڑتی ہیں۔ چھوڑتی کیا رہتی ہیں ان کی طبیعت تو بہت دنوں سے خراب ہے وہ ان سے مل کر آئی ہے اب وہ زیادہ بیمار ہیں۔ تم ضرور چلی جانا ڈارلنگ ــ پریشان نہ ہو ــ ریما کو دوسروں کو پریشان کرنے کی زیادہ عادت ہے ــ ... ان کی طبیعت خدا کرے کہ بالکل اچھی ہو پھر بھی میں دہلی جانا چاہتی ہوں میں دو سال سے وہاں نہیں گئی ہوں ــ ضرور جاؤ ــ امی میں کیسے آپ کے بغیر رہوں گا ــ چھٹیوں میں چلی جایئے گا ــ ٹیپو امی کو جانے دو ــ ڈارلنگ وہ بات یہ ہے کہ پرسوں مجھے بہت ضروری کام سے ایک ہفتے کے لیے جانا ہے۔ میں واپس آجاؤں تو تم چلی جانا آتے ہی تمہاری بکنگ کرادوں گا ــ"

دس دن، دس دن میں تو میں واپس آجاؤں گی ــ اچھا یوں کرتے ہیں فون کئے لیتے ہیں حسین صاحب سے بات کرلو ــ ان سے کیا بات کروں وہ تو کبھی یہ نہیں کہیں گے میں بہت بیمار ہوں تم فوراً آجاؤ ــ پاپا ممی کو جانے دیجئے ہم اکیلے نوکروں کے ساتھ رہ لیں گے ــ اتنی جذباتی مت بنو اپنی امی کی طرح ــ اس میں جذباتی بننے کی کیا بات ہے ؟ راشد اور کیا ہے ؟ کیا ایسی Urgency ہے۔ تمہیں ان کا علاج کرانا ہے بھئی ملنا ہی تو ہے اور ملنے کی ایسی بے قراری ہے تو بچوں کو اکیلا چھوڑ دو اور چلی جاؤ" تم جانتے ہو کہ میں یہ نہیں کروں گی ــ تو مت کرو ــ تم اپنا جانا ایک ہفتے کو نہیں ملتوی کر سکتے میرے لئے ــ نہیں بالکل نہیں کہہ کر راشد میز پر سے اٹھ گیا ــ"

زندگی کو وقت کی قید سے آزاد کرنا اور زندگی کے معمولات میں سے خوشی کے چند لمحے چرانا اتنا آسان تو نہیں صباحت جتنا تم سمجھتی ہو ــ بچے میز سے اٹھ کر جا چکے تھے اس نے گھڑی دیکھی دس بج رہے تھے ــ بہت دیر ہو گئی کہہ کر وہ میز سے اٹھی اور گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی ــ"

---

شام ہو رہی تھی نومبر کا آخر تھا ہوا میں غیر معمولی خنکی تھی، باغ میں املتاس اور یوکلپٹس کے درخت ہوا سے ہل رہے تھے۔ ڈاکٹر چترویدی کا خیال ہے کہ ابھی شاید اس کو پیس میکر کی ضرورت ہو اور بعد میں۔ پھر ہارٹ ٹرانسپلانٹ کی ۔۔ اس کے لیے یہ کیا مشکل ہے وہ آسانی سے امریکہ جا کر یہ کرا سکتا ہے ۔۔ کل بھائی جان سے بات ہوئی چھوٹی باجی بھی بلا رہی ہیں، مگر میں تو اپنے اسی دل کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہوں جس میں محبت کی نرمی اور گرمی ہے حسرتوں اور ناکامیوں کے داغ ہیں ۔۔ جس میں میری محبت کا دیا جل رہا ہے اس دل کے بغیر میں زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا میں یہیں مرنا چاہتا ہوں ہندستان میں ۔۔ نشیمن میں ۔۔ نشیمن کے اسی کمرے میں بس دل میں ایک ہی آرزو ہے کہ صباحت سے مل لینا اس کے ساتھ خوشی کی چند گھڑیاں گذر لینا ۔۔ میں اسے خود بھی بلا سکتا ہوں اسے فون بھی کر سکتا ہوں ۔۔ زیبا بھی کہہ رہی تھی مگر میں اسے بلاؤں گا نہیں ۔۔ ریما نے لکھا ہو گا مگر وہ آئی نہ فون کیا وہ اپنی زندگی میں اگر اس قدر خوش اور مگن ہے کہ اسے کسی کا خیال ہی نہیں تو میں کیوں اسے ڈسٹرب کروں ۔ کیوں اس کا سکون برباد کروں ۔۔ اگر اسے میرا خیال نہیں ہے تو نہ سہی میں نے بیس سال اس کی جدائی میں تڑپ تڑپ کے کاٹے خود کو اس کے عشق میں اس طرح کھویا کہ کسی کو اس کا پتہ نہ ملا ۔۔ مگر نہیں صبو میرا دل یہ نہیں مانتا کہ تم مجھے بھول گئی ہو ۔۔ تم ان دنوں کو کیسے بھول پاؤ گی جو ہم نے ساتھ مل کر گذارے ہیں نشیمن

اور گل برگ کے کونے کونے سے ہماری دوستی اور محبت کی یادیں وابستہ ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ تم آؤگی تو ضرور مگر بہت دیر میں آؤگی۔ کوئی بات نہیں جان من اپنا تو یہ حال ہے کب دل میں تیری یاد نہیں کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں۔ امی جان کی طبیعت سنبھل رہی ہے چھوٹی باجی بڑی باجی بھائی سب اس کی وجہ سے کتنے پریشان اور دکھی تھے بھائی جان کہہ رہے تھے کہ میں ٹکٹ بھیج رہا ہوں تم تیاری شروع کردو۔ تیاری تو میں نے شروع کردی ہے مگر امریکہ کی نہیں۔ پاپا کس قدر فکرمند ہیں۔ زیبا کا حال ہی عجب ہے اور ممدوچچا۔ جیسے جیسے موت کے قدم نزدیک آرہے ہیں لگتا ہے کہ شاید اس نے آنے میں جلدی کردی ہے۔ اب یہ تمنا کرنے کو جی چاہتا ہے کہ موت تھوڑی سی مہلت اور دے دے۔ اب زندگی اتنی بے کیف بے رنگ اور بے مقصد نہیں لگ رہی ہے، زیبا سے جی بھر کر پیار کرنے کو جی چاہتا ہے اس کی ساری محرومیوں کا ازالہ کرنے کو دل بے چین ہے۔ اب تو اپنے فیملی گروپ میں اپنی تصویر بھی بے تکی نہیں لگتی۔ زندگی مجھ سے ایک خوبصورت وعدہ کر رہی ہے۔ امی جان تو اس خبر سے بہت خوش ہیں اور زیبا کا خوشی سے کھلا ہوا چہرہ مجھے اب جینے کے لیے مجبور کر رہا ہے۔ مجھے یہ اطمینان ہے سکون ہے کہ میں اس کو کچھ تو دے سکا۔ اس کو ماں بنتے دیکھنے اس کے بچے کو گود میں لینے اس کے دیدار کی خوشی میرے مقدر میں اگر نہیں ہے تو نہ سہی دل اب ساتھ دینے کو تیار نہیں اس کی بے ترتیب دھڑکن مجھ سے کچھ اور کہہ رہی ہیں اور مجھے اس پر مجبور کر رہی ہیں کہ میں ان کو خدا حافظ کہہ دوں — سانس کیوں گھٹ رہی ہے۔ یہ درد — یہ درد ہو رہا ہے یا میرا وہم — درد اتنا ہے کہ — یہ گلا کیوں خشک ہو رہا ہے — آنکھوں میں اندھیرا ہے رے .... با

---

انڈین ائرلائنز کا جہاز اڑا چلا جا رہا تھا۔ مسافروں سے بھرا یہ جہاز اس کو بالکل خالی لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اکیلی ہے بالکل اکیلی، سر بھاری تھا آنکھیں سوج رہی تھیں بس کانوں میں ریما کا یہی جملہ گونج رہا تھا — حسین کی حالت نازک ہے جلدی پہنچو — ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ حسین کی حالت نازک ہے — حسین کی حالت نازک

○

شام ہو رہی تھی نومبر کا آخر تھا ہوا میں غیر معمولی خنکی تھی، باغ میں املتاس اور یوکلپٹس کے درخت ہوا سے ہل رہے تھے۔ ڈاکٹر چترویدی کا خیال ہے کہ ابھی شاید اس کو پیس میکر کی ضرورت ہو اور بعد میں۔ پھر ہارٹ ٹرانسپلانٹ کی ۔۔ اس کے لیے یہ کیا مشکل ہے وہ آسانی سے امریکہ جا کر یہ کرا سکتا ہے ۔۔ کل بھائی جان سے بات ہوئی چھوٹی باجی بھی بلا رہی ہیں، مگر میں تو اپنے اسی دل کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہوں جس میں محبت کی نرمی اور گرمی ہے حسرتوں اور ناکامیوں کے داغ ہیں ۔۔ جس میں میری محبت کا دیا جل رہا ہے اس دل کے بغیر میں زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا میں یہیں مرنا چاہتا ہوں ہندستان میں ۔۔ نشیمن میں ۔۔ نشیمن کے اسی کمرے میں بس دل میں ایک ہی آرزو ہے کہ صباحت سے مل لینا اس کے ساتھ خوشی کی چند گھڑیاں گذر لینا ۔۔ میں اسے خود بھی بلا سکتا ہوں اسے فون بھی کر سکتا ہوں ۔۔ زیبا بھی کہہ رہی تھی مگر میں اسے بلاؤں گا نہیں ۔۔ ریما نے لکھا ہو گا مگر وہ آئی نہ فون کیا وہ اپنی زندگی میں اگر اس قدر خوش اور مگن ہے کہ اسے کسی کا خیال ہی نہیں تو میں کیوں اسے ڈسٹرب کروں ۔۔ کیوں اس کا سکون برباد کروں ۔۔ اگر اسے میرا خیال نہیں ہے تو نہ سہی میں نے بیس سال اس کی جدائی میں تڑپ تڑپ کے کاٹے خود کو اس کے عشق میں اس طرح کھویا کہ کسی کو اس کا پتہ نہ ملا ۔۔ مگر نہیں صبّو میرا دل یہ نہیں مانتا کہ تم مجھے بھول گئی ہو ۔۔ تم ان دنوں کو کیسے بھول پاؤ گی جو ہم نے ساتھ مل کر گذارے ہیں نشیمن

اور گل برگ کے کونے کونے سے ہماری دوستی اور محبت کی یادیں وابستہ ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ تم آؤ گی تو ضرور مگر بہت دیر میں آؤ گی۔ کوئی بات نہیں جان من اپنا تو یہ حال ہے کب دل میں تیری یاد نہیں کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں۔ امی جان کی طبیعت سنبھل رہی ہے، چھوٹی باجی بڑی باجی بھائی سب اس کی وجہ سے کتنے پریشان اور دکھی تھے بھائی جان کہہ رہے تھے کہ میں ٹکٹ بھیج رہا ہوں تم تیاری شروع کر دو۔ تیاری تو میں نے شروع کر دی ہے مگر امریکہ کی نہیں۔ پاپا کس قدر فکر مند ہیں۔ زیبا کا حال ہی عجب ہے اور ممدو چچا۔ جیسے جیسے موت کے قدم نزدیک آ رہے ہیں لگتا ہے کہ شاید اس نے آنے میں جلدی کر دی ہے۔ اب یہ تمنا کرنے کو جی چاہتا ہے کہ موت تھوڑی سی مہلت اور دے دے۔ اب زندگی اتنی بے کیف بے رنگ اور بے مقصد نہیں لگ رہی ہے، زیبا سے جی بھر کر پیار کرنے کو جی چاہتا ہے اس کی ساری محرومیوں کا ازالہ کرنے کو دل بے چین ہے۔ اب تو اپنے فیملی گروپ میں اپنی تصویر بھی بے تکی نہیں لگتی۔ زندگی مجھ سے ایک خوبصورت وعدہ کر رہی ہے۔ امی جان تو اس خبر سے بہت خوش ہیں اور زیبا کا خوشی سے کھلا ہوا چہرہ مجھے اب جینے کے لیے مجبور کر رہا ہے۔ مجھے یہ اطمینان ہے سکون ہے کہ میں اس کو کچھ تو دے سکا۔ اس کو ماں بنتے دیکھنے اس کے بچے کو گود میں لینے اس کے دیدار کی خوشی میرے مقدر میں اگر نہیں ہے تو نہ سہی دل اب ساتھ دینے کو تیار نہیں اس کی بے ترتیب دھڑکن مجھ سے کچھ اور کہہ رہی ہیں اور مجھے اس پر مجبور کر رہی ہیں کہ میں ان کو خدا حافظ کہہ دوں ــــ سانس کیوں گھٹ رہی ہے۔ یہ درد۔ یہ درد ہو رہا ہے یا میرا وہم۔ درد اتنا ہے کہ۔ یہ گلا کیوں خشک ہو رہا ہے۔ آنکھوں میں اندھیرا ہے رے .... یا

---

انڈین ائیر لائنز کا جہاز اڑا چلا جا رہا تھا۔ مسافروں سے بھرا یہ جہاز اس کو بالکل خالی لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اکیلی ہے بالکل اکیلی، سر بھاری تھا آنکھیں سوچ رہی تھیں بس کانوں میں ریما کا یہی جملہ گونج رہا تھا۔ حسین کی حالت نازک ہے جلدی پہنچو ــــ ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ حسین کی حالت نازک ہے۔ حسین کی حالت نازک

برابر دماغ میں اس جملے کی تکرار ہو رہی تھی۔ صباحت نے کب راشد کو فون کیا کب وہ آیا۔ کب وہ ایئر پورٹ آئی۔ کب جہاز پر بیٹھی اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

حسین بھائی تم نے ہمیشہ میری بات مانی ہے۔ اب بھی تمہیں ماننی پڑے گی۔ تم میرا انتظار کرو گے۔ مجھ سے ملے بغیر......... ارے وہ یہ کیا سوچنے لگی۔ خدا نہ کرے تم اچھے ہو جاؤ گے۔ دل کی تکلیف اب کوئی ایسی تکلیف تو نہیں۔ تمہارے ساتھ تو میری زندگی کی انگنت یادیں ہیں تم ان کو لے کر مجھ سے بغیر کہے کیسے جا سکتے ہو۔ جب میں کہیں گئی ہوں تم مجھے لینے یا پہنچانے ضرور آتے ہو۔ بس ایک دفعہ نہیں آتے تھے تو میں کتنا لڑی تھی۔ میں تم اور ریما ہم پھر ایک بار ملیں گے اور اپنے ماضی میں کھو جائیں گے۔ حال کو بھلا دیں گے۔"

افوہ بھئی یہ سوتی کیوں نہیں اس نے دل ہی دل میں جھنجھلا کر کہا اور بے چینی سے کھڑکی سے جھانکا۔ تم مولسری کے پیڑ کے نیچے بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے بوا کے خراٹوں کی آواز سے وہ مطمئن ہو کر کھڑکی سے کود یہ جا وہ جا ایسی کتنی دوپہریں ہم نے ساتھ گذاری تھیں۔ کبھی تاش کھیلتے۔ کبھی گلی ڈنڈا۔ اور کبھی کرکٹ اور کبھی پاس کے باغ میں جا کر آم اور امرود چراتے ہمارے ساتھ آؤٹ ہاؤسز کے بچے بھی ہوتے پھر بڑے ہوتے گئے۔ ہماری دلچسپیاں بدل گئیں۔ ہم ایک دوسرے سے اپنے دکھ سکھ شیئر کرتے آنے والی زندگی کے منصوبے بناتے اور ان میں ہم دونوں ساتھ ساتھ ہوتے۔ تم ہو گی تو میں یہ کروں گا۔" تم ہمیشہ کہتے پھر ہم کالج جانے لگے اور ہمارے ساتھ ساتھ ریما بھی شامل ہو گئی۔ اور ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔" مگر پھر جانے کیا ہوا کہ ہم دونوں الگ الگ ہو گئے۔ میری ہر کوشش کے باوجود۔ اور اب۔ اسے یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ......... وہ ... یہ برے خیالات اسے کیوں آ رہے ہیں۔ دل ڈوبا کیوں جا رہا ہے۔ اعبد کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے۔ میں تم سے وابستہ اچھی باتوں اچھی یادوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ ہمارا کشمیر کا وہ سفر جب میں اصرار کر کے تم کو ساتھ لے گئی تھی۔ احمد بھائی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم نے کتنی سیریں کی تھیں۔ تم ہمارے ہی خاندان میں زیادہ فٹ ہوتے تھے بہ نسبت اپنے خاندان کے۔ احمد بھائی کے ڈر سے امی جان بھی کم ہی موڈ خراب کرتیں۔ اور ہم گھر میں ٹکتے ہی کب تھے۔ لمبی لمبی واک کو نکل جاتے پکنک مناتے

اور وہاں ہمارے کئی دوست بن گئے تھے ۔۔۔ پاپا بھی ہمارے ساتھ کبھی کبھی شریک ہوتے۔ مگر پھر بھی تم کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے اداس ہو جاتے ۔"

تمہارے لیے ماہرین نفسیات کا یہ خیال تھا کہ چونکہ تم وقت سے پہلے پیدا ہوئے تھے اس لیے اس پرشور دنیا میں آکر تمہیں ایک شاک سا لگا جس نے تمہارے اعصاب کو متاثر کر دیا تمہیں بہت حساس بنا دیا ۔۔۔ تم جب وہاں سے آئے تھے تو کیا حالت تھی تمہاری ۔ بس دواؤں کے اثر سے عجیب خواب کے عالم میں رہتے ۔ بس چپ بیٹھے رہتے گم سُم ۔ ویسٹ کے لوگ رشتوں اور تعلقات کی نرمی اور گرمی کی کمی نفسیاتی علاج سے پوری کرتے ہیں مگر ہم لوگ تو ایسے نہیں ہیں اسی لیے میری ریما اور ممدو چچا کی توجہ محبت اور خیال سے تم سنبھلنے لگے ہم نے دھیرے دھیرے تمہاری دوائیں چھڑائیں ۔۔۔ تم نے دھیرے دھیرے زندگی سے دلچسپی لینا شروع کر دی اور بی ۔ اے ۔ کا پرائیویٹ امتحان دینے پر بھی راضی ہو گئے ۔ اور تم کو نارمل ہوتے دیکھ کر مجھے ایسا لگا کہ جیسے میں نے تمہیں پا لیا ۔۔۔ میں نے تمہارے ساتھ زندگی کا نقشہ پھر بنانا شروع کر دیا ۔۔۔ چھے مہینے کی تمہاری جدائی ۔۔۔ اور پھر تمہاری بیماری سے یہ حقیقت مجھ پر پوری طرح واضح ہو گئی تھی کہ میں تم کو چاہتی ہوں اور تمہارے ساتھ زندگی بسر کرنا میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے ۔"

ایک دفعہ جب تم امریکہ میں تھے نور ریما نے کہا تھا "

کیا تمھیں یقین ہے کہ تم حسین جیسے Defeated انسان سے واقعی محبت کرتی ہو ۔"

ریما ۔۔۔ وہ زور سے چیخ پڑی تھی اور ریما گھبرا گئی تھی ۔۔۔ وہ اس بات پر بہت روتی تھی کہ ریما بھی یہ سمجھتی ہے ۔۔۔ ریما دیر تک اسے اس بات کا یقین دلاتی رہی کہ یہ بات صرف اس لیے کہی کہ وہ اس کی محبت کی تھاہ لینا چاہتی ہے اور یہ جاننا چاہتی ہے کہ وہ حسین پر رحم تو نہیں کھا رہی ۔۔۔ محبت کی تھاہ اسے کون پا سکا ۔۔۔ وہ انسان خود بھی نہیں پا سکتا جو کسی سے محبت کرتا ہے بس یہ لگتا ہے کہ کائنات ایک ذات میں سمٹ آتی ہے ۔ یہ میں ہی تھی جس کے کہنے سے تم نے بی اے کیا اور بینک کی ٹریننگ لی ۔۔۔ تمہارے خاندان نے بھی چین کی سانس لی ۔۔۔ چلو جیسے بھی سہی تم گزٹیڈ کو بیٹ ہو گئے تمہارے بھائی بہن بھی مطمئن ہو گئے کہ اب بڑے

ابا کی جائیداد کا بڑا حصہ تم کو نہیں ملے گا — بڑے ابا کو تمہارے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے سے یک گونہ سکون ہوا — البتہ پھوپھی اماں کو یہ غم تھا کہ ان کے اتنے قابل بھائی کا بیٹا اتنے قابل ہونہار جینئس بھائی بہنوں کا بھائی کلرکی کرے گا —"

مگر میرے ابا بہت خوش تھے — احمد بھائی نے بھی تمہیں مبارکباد کا خط لکھا — مگر امی ان دنوں بہت پریشان اور چڑچڑی ہوتی تھیں — مجھ سے تو انہوں نے بولنا ہی چھوڑ دیا — بات بے بات خفا ہوتی رہتیں — اکثر ان کو ہسٹیریا کے دورے پڑتے — اور پھر وہ ہوا جس کا تصور میں نے کبھی نہیں کیا تھا — ان دنوں تم نے جو دکھ اٹھایا ہے جو ذلت اور سبکی تمہاری ہوتی ہے اس کا داغ میرے دل پر آج تک ہے اور یہ احساس جرم تب بھی تھا اور اب بھی کہ اس کی وجہ میں ہوں مجھے ایک لمحے کو بھی یقین نہیں آیا — مجھ سے زیادہ تمہیں کون جان سکتا تھا — میں تمہارے لیے کسی گری ہوئی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی — اس لیے ریما نے جب یہ کہا کہ صباحت اتنی جذباتی مت بنو — حسین بھی مرد ہیں ہو سکتا ہے کہ جب اس لڑکی نے ......"

"شٹ اپ"

اس نے ریما کی بات بھی پوری نہیں ہونے دی —"

تم ان دنوں شاید زندگی میں پہلی دفعہ اس بات پر خفا بھی ہو گئے تھے کہ میں گھر کے لوگوں کی اس ناانصافی کا جو تمہارے ساتھ وہ کر رہے تھے جواز کیوں پیش کر رہی ہوں اور ریما کی طرح زور شور سے سب کو برا بھلا کیوں نہیں کہہ رہی — میں تم کو کیسے بتاتی کہ ایک تو مجھے یہ پسند ہی نہیں کہ کسی کو یہ احساس دلایا جائے کہ سب لوگ تمہارے دشمن ہیں — بس ہم صرف ہم تمہیں چاہتے ہیں اسی لئے کہ ایک انسان کی محبت اور خیال سب کی محبت اور خیال کا بدل نہیں ہو سکتا اور وہ سب لوگ بھی تو میرے اپنے تھے — دہلی کے آنے اور جہاز کے لینڈ کرنے کی اطلاع سنکر وہ چونک پڑی اس نے بیلٹ باندھی اور جہاز کی کھڑکی سے جھانکنے لگی — دہلی کا مانوس لینڈاسکیپ سامنے تھا دہلی اس کا وطن — اس کا گھر تھا — نہ جانے کون لینے آیا ہو گا —؟

○

صباحت میں نے ان دنوں تمہیں بہت یاد کیا ہے۔ اور تمہیں یاد کب نہیں کیا ہے تمہاری
یاد نے تو ہمیشہ میری رفاقت کی تم سے جدائی کے بعد۔ مگر جب سے مجھے اندازہ ہوا تھا کہ اب وقت کم
ہے تو تمہاری یادیں تمہاری باتیں سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے میرے ساتھ رہنے لگیں ہو سکتا ہے
کہ اس دائمی جدائی سے پہلے تم سے مل لوں اور ہو سکتا ہے کہ اس کی حسرت اور بہت سی
حسرتوں کے ساتھ دل میں رہ جائے۔

آج میں تم سے یہ اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے تمہیں جی جان سے چاہا اس طرح کہ اس
کے بعد کسی کو چاہنے کا امکان ہی نہیں ہوا۔ مگر اس خوف نے کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں رحم
کھاتی ہو مجھ سے ہمدردی رکھتی ہو مجھے اس محبت کے اظہار نے روکے رکھا۔ میں خود کو غلط بھی
سمجھ سکتا تھا مگر ریا نے بھی جب یہ کہا تو مجھے اس پر یقین کرنا پڑا۔ مجھ جیسے شکست خوردہ انسان
سے محبت کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ بہر حال میں زندگی میں جو کر سکا تمہاری وجہ سے تمہاری
آنکھیں مجھے زندگی کا پیام دیتی رہیں تمہاری دلائی ہوئی ہمت و حوصلہ مجھے کچھ کرنے پر اکساتے
رہے۔ تم نے ہر کڑے وقت میں میرا ساتھ دیا۔ میں جب امریکہ سے آیا تو نیم پاگل ہو چکا تھا تم
اپنی توجہ خیال اور محبت سے مجھے پھر ہوش و حواس میں لائیں تم نہ ہوتیں تو میں اسائلم
پاگل خانے کو آباد کرتا۔ کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ تم نے کاش یہ نہ کہا ہوتا ۔۔۔"

"جان من خدا حافظ ۔۔۔"

جن وسیلوں کے سہارے میں نے تم سے بچھڑ کر زندگی گذاری وہ تم نے ہی فراہم کیے

تھے۔ میرے جذبات واحساسات جنہوں نے نہ جانے کیسے شعروں کا پیکر ڈھال لیا وہ انگلیاں جن کو تم آرٹسٹک کہتی تھیں تمہارا خیال تھا کہ آرٹ کے شاہکار تخلیق کر سکتی ہیں وہ صرف آڑی ترچھی لکیریں ہی بنا پائیں ـــــ اور یہ وہ سامان ہے جو مرنے کے بعد گھر سے نکلے گا۔ یہ تمہاری نذر ہے" دشت تنہائی" کا انتساب تمہارے نام کرنا چاہتا تھا مگر نہیں کر سکا۔ مناسب الفاظ ہی نہیں ملے میری نارسائیوں سے تم سے زیادہ کون واقف ہوگا۔ اس لیے یہ صفحہ سادہ چھوڑ دیا ہے اس یقین کے ساتھ کہ تم وہ پڑھ لوگی جو میں لکھنا چاہتا تھا مگر نہیں لکھ سکا۔ تمہارا حسین ـــ"

صباحت کی آنکھوں سے آنسو گر گر کر خط کے الفاظ ابھار رہے تھے۔ وہ برسوں کی بیمار لگ رہی تھی چہرہ زرد اور ہونٹ خشک آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اس کے سامنے ایک ادھ کھلا پیکٹ پڑا ہوا تھا جس میں سے اس نے خط نکال لیا تھا۔ اس نے پیکٹ سے ایک موٹی سی کاپی نکالی اس کے صفحے پر لکھا تھا "دشت تنہائی" اس کے بعد خالی صفحہ تھا۔ صباحت دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر اس نے ان پینٹنگ کو دیکھنا شروع کر دیا جو اس کے پاس رکھی تھیں پھر اس نے آنسو پونچھے اور کاپی کے بقیہ صفحات پلٹنے لگی ـــ"

---

ریما نے سوجی ہوئی آنکھوں اور بجھے دل سے حسین کا خط ایک بار پھر پڑھا۔ میری دوست زندگی کے آخری سفر پر جانے سے پہلے تم کو خدا حافظ کہنا چاہتا ہوں۔ تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں For every thing تمہارے لیے میں صباحت کا پورٹریٹ چھوڑے جا رہا ہوں جو میں نے سالوں کی محنت سے بنایا ہے اور تمہیں دینے کو میرے پاس کچھ نہیں۔ زندگی کی بہت سی اچھی خوش کن سہانی یادیں تم سے وابستہ ہیں۔ تمہارا دوست ـــــ"

عجیب بات ہے آج اس کمرے میں جو ہم دونوں کا ہوا کرتا تھا اس پلنگ پر جس پر ہم دونوں سویا کرتے تھے میں خود کو تنہا محسوس نہیں کر رہی ہوں تمہاری زندگی میں میں نے خود کو یہاں ہمیشہ اکیلا محسوس کیا ہے۔ نہ اب کسی محرومی اور شکست کا احساس ہے اور اس بات کا اظہار میں کسی سے نہیں کر سکتی ـــــ

شاید یہ اس لیے ہے کہ میں آخری دنوں ہی میں سہی تمہاری محبت تمہاری رفاقت حاصل کر لی

اب دل میں وہ کسک نہیں۔ آج میرا دل تمہاری محبت سے بھرپور ہے میرے ساتھ تمہارا بچہ ہے
تم نے ہم دونوں کے لئے اتنا چھوڑا ہے کہ ہمیں کسی سے کچھ مانگنے کچھ لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔
اتنی بڑی بڑی پالیسیاں، بونڈز اور جانے کیا کیا تم یہ ان سب پر خرچ کرتے رہے اور میں کچھ اور
سمجھتی رہی۔ اپنی ناعاقبت اندیشی سے تم کو دکھ پہنچاتی رہی۔ تم نے جائیداد میں حصہ لینے سے انکار
کر دیا اس لیے کہ سب کو اور شاید پاپا کو بھی یہ خیال تھا کہ تم زندگی بھر اس جائیداد کو ہی بیچ بیچ کر
کھاؤ گے۔ تمہارے بھائی بہن یہ سمجھتے تھے کہ تم اسی کی وجہ سے خود کچھ نہیں کرتے۔ تم میں کس قدر
غیرت مندی کتنی خوداری تھی۔ اور میں کتنی چھوٹی باتیں کرتی تھی میں نے تمہیں بہت دکھ دئے
ہمیشہ برا بھلا کہا۔ اور تم خاموش رہے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

زیبا۔ زیبی۔

ریما اسے پکار رہی تھی۔

اس نے ریما کے گلے میں باہیں ڈالدیں۔"

---

تین کا گھنٹہ بجا صباحت حسین کے کمرے سے نکل کر باہر آئی۔ حسین تم نے میرا انتظار نہیں کیا
مجھ سے ملے ہی بغیر تم چلے گئے ائرپورٹ سے اسپتال پہنچی تو تم سدھار چکے تھے میری نظروں میں تو
تمہارا وہی چہرہ زندہ رہے گا حسین دلکش جیتا جاگتا چہرہ۔ دو سال پہلے کا مسکراتا۔ جب تم
نے دہلی ائرپورٹ پر مجھے رخصت کیا تھا تم سے ایک شکایت ہے کہ تم نے میری نہیں سنی۔ میری
محبت کو رحم سمجھا کیسے۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم مجھے جانتے ہو۔ تم بھی کہا کرتے تھے۔ اور ریما نے بھی
تمہیں اس کا یقین دلایا وہ جس سے میں نے اپنے دل کی ایک ایک بات کہی ایک ایک جذبہ شیئر کیا
جو میری سب سے بڑی راز دار تھی۔ اور ریما نے مجھ سے کبھی ایسا نہیں کہا کہ وہ یہ سمجھتی ہے اور
ریما نے مجھ سے تو کچھ اور کہا۔"

ایسا کیوں کیا ریما نے مجھے تو اس پر اپنے سے زیادہ بھروسہ تھا وہ سب غلط تھا جھوٹ
تھا۔ دوستی محبت Understanding ریما نے مجھے سمجھا نہیں مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے اب
میں کیا کہوں کس سے کہوں۔ حسین تم نے کس قدر ناکام دکھی اور مایوس زندگی گذاری۔ اور

اب جب ماں بننے والی ہے تب تم اسے چھوڑ کر چلے گئے یہ خوشی بھی تمہاری قسمت میں نہیں تھی۔ میں نے تمہارے بغیر کیسی تنہا زندگی گذاری ہے یہ تم نہیں جان سکے نہ اب جان سکو گے میرے پاس سب کچھ ہے مگر وہ سکون وہ احساس طمانیت نہیں جو تمہارے ساتھ زندگی گذارنے سے ہوتا تھا میں نے تو طے کر لیا تھا کہ تمہارے ساتھ ہی زندگی گذاروں گی پاپا بھی میرے ساتھ تھے سب کی مخالفت کے باوجود بڑے ابا کے اس کہنے کے باوجود کہ صباحت بیوقوف ہے تم ہرگز اس کی قسمت اس ناکارہ سے نہیں پھوڑو گے — بڑی اماں نے بھی اس کی مخالفت کی تھی کہ ان کے دل میں امی جان کے طعنے سن سن کر زخم پڑ گئے تھے تو وہ لوگ کی زندگی کے فیصلے لوگوں کی اپنی پسند و ناپسند سے کر دئے جاتے ہیں —" مگر میں نے تو ان فیصلوں کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ پاپا نے تم سے خود کہا میں خود تمہارے پاس آئی یہ کہنے کو "مجھے روک لو بھین بھائی" مگر تم نے مجھے نہیں روکا اور ایک ناکام ناشاد زندگی گذار کر چلے گئے۔ مگر میرے دل کا یہ صبر و قرار جسے میں نے انتہائی کوششوں سے اپنے پاس رکھا تھا اسے کون چھینے لئے جا رہا ہے۔

یہ کس قسم کی بیقراری ہے ؟

دشت تنہائی میں تم ہی نہیں بھٹکے حسین میں بھی بھٹکتی رہی — میرے تمہارے درمیان جو دیواریں تھیں ان کو ہمیشہ پھلانگ پھلانگ کر میں تم تک آتی رہی مگر وہ اونچی ہوتی گئیں اور ایک دن تم میری نظر سے اوجھل ہو گئے — کتنی یادیں میری اور تمہاری اس باغ سے وابستہ ہیں یہ مولسری کا درخت یہ یوکلپٹس وہ رات کی رانی کے پیڑ — اذان کی آواز سے وہ چونک پڑی —"

صبح ہو گئی — ایک اور صبح —" وہ اٹھی اور بڑی اماں کے کمرے کی طرف جانے لگی ممدو چچا کی رقت آمیز تلاوت کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔ تم ان کی یاد میں جتنے بھی بے چین اور مضطر ہو کم ہے کیونکہ تم ہی تو واحد ہستی ہو جس نے ان کی بے لاگ بے لوث محبت کی بے دریغ بارش کی ان کو اپنی محبت کی نرمی اور گرمی سے زندہ رکھنے کی سعی میں مصروف رہے وہ جو حد درجہ حساس و نازک دل رکھتے تھے اس نے بڑے ابا کے کمرے میں جھانکا وہ شاید باتھ روم میں تھے دھیرے دھیرے وہ بڑی اماں کے کمرے میں آئی۔۔ شکر ہے وہ سو رہی تھیں وہ چپکے سے آ کر پلنگ پر لیٹ گئی —"

صباحت تمہارا فون ہے بنگلور سے کوئی کہہ رہا تھا۔"

وہ جلدی سے اٹھی اور فون اٹھالیا۔"

راشد بول رہے تھے۔" I am sorry Sabbo

ڈارلنگ۔ایک دم یہ کیا ہوا۔؟

وہ خاموش رہی۔کیا دوبارہ اٹیک ہوا تھا۔؟

میں پرسوں کی فلائیٹ سے آرہی ہوں راشد۔"

بچے تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

امی۔امی پیاری۔بیٹے میں ٹھیک ہوں پرسوں ملیں گے اور اس نے ٹیلیفون رکھدیا

وہ کمرے میں آئی بڑی اماں اٹھ چکی تھیں۔"

کس کا فون تھا۔؟

بچوں کا۔"

جی۔"

آج ماشاءاللہ تم اچھی سوئیں۔"

جی کہہ کر اس نے اخبار اٹھالیا۔"

ریحانہ نے حسین کا خط ایک بار پھر پڑھا اور صباحت کی پوٹریٹ سوٹ کیس میں سب سے اوپر رکھ دیا اور آنکھیں بند کرکے کرسی کی پشت سے سر ٹیک دیا یہ پوٹریٹ مجھے زندگی بھر اپنی شکست کا احساس دلاتی رہے گی مگر یہ سکون ہے کہ تمہارے پاس اس سے زیادہ قیمتی بلکہ انمول کوئی چیز تھی ہی نہیں اب یہ اور بات ہے کہ اس کو قیمتی یا انمول سمجھنا ہی میرے لئے تکلیف کا باعث ہے آج یہ اعتراف کرنے کو جی چاہتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ رقابت کا احساس اس سے ہوا جو تمہاری سب سے زیادہ گہری دوستی تھی جس کا اندازہ مجھے خود بھی پوری طرح نہ ہو پایا۔تم نے مجھ سے جو محبت کی تھی وہ میں نے اس کو اپنا حق سمجھا۔اس لیے حسین کی صباحت کے لئے والہانہ محبت میں سہ نہیں سکی۔مجھے اس کا خوب اندازہ تھا کہ تم جتنی محبت صباحت سے کرتے ہو اس سے زیادہ ہی صباحت تم کو چاہتی ہے مگر میں نے جان بوجھ کر تمہارے اس کمپلیکس کو بڑھادیا کہ وہ

تم سے محبت نہیں کرتی رحم کھاتی ہے ہمدردی کرتی ہے۔ مجھے تم سے محبت نہیں تھی محبت تو میں نے کسی سے کبھی نہیں کی صرف خود سے کی۔ میں یہ جانتی ہی نہیں کہ محبت کیسے کی جاتی ہے جس کسی نے مجھ سے محبت کے دو الفاظ کہہ دئے مجھے ایڈمائر کر دیا میرے لئے شعر کہہ دیا یا پڑھ دیا میں نے جانا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں اپنے اندر کی تنہائی سے اس قدر پریشان تھی کہ میں نے مختلف لوگوں سے مختلف وقتوں میں اپنی تنہائی کو دور کیا۔ مجھے اپنے ایڈمائرز میں کسی کی کوئی ادا پسند تھی تو کسی کا کوئی انداز۔ وہ سب مل کر میری انا کو مطمئن کر دیتے تھے اس لئے میں اس محبت کو کیسے سمجھ سکتی تھی کہ جس میں اس طرح کا والہانہ پن اور شیفتگی تھی کہ جس میں وقت فاصلے اور Situation کے بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑا بلکہ اس کی شدت کم ہونے کے بجائے بڑھتی رہی اور اس لئے میں نے تمہارے اور صباحت کے ساتھ یہ زیادتی کر دی ــــ میں تمہاری مجرم ہوں حسین میں نے تم کو اس خوشی سے محروم رکھا جو اپنی محبت کے جواب میں محبت پاکر ہوتی ہے چاہے تم دونوں نہ ملتے مگر یہ احساس ہی دل کو سکون اور طمانیت سے بھر دیتا ہے کہ وہ بھی ہمیں اتنا ہی چاہتا ہے جسے ہم اس دیوانگی سے چاہتے ہیں ــــ آج تم سے بچھڑ کر مجھے اس بات کا انکشاف ہوا ہے کہ یہ عمر عزیز رائگاں ہی گئی نہ ہم نے کسی سے محبت کی اور نہ کسی نے ہم سے ــــ"

مگر حسین آج مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میرے سر سے کسی گھنے درخت کا سایہ اٹھ گیا ہے۔ بظاہر تو میں تمہیں سہارا دیتی تھی مگر غیر شعوری طور پر تم پر ڈیپینڈ کرتی تھی شاید یہ دل میں خیال ہو کہ اور تو سب میرے اچھے وقت کے ساتھی ہیں مگر برے وقت میں صرف تم ساتھ دو گے اور سب تو میری دلنوازی اور دلچسپ صحبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں میرے ساتھ بس وقت گذارتے ہیں مگر تم وہ سایہ ہو کہ زندگی کی دھوپ سے بچ کر جس کے پاس آکر میں دم لے لوں گی۔

ریما۔ ارے تم یہاں ہو ــ"

زیبا کہہ رہی تھی ــ"

آں ہوں ــ"

ریما تم جا رہی ہو ــ بس ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ تم مجھے مت چھوڑنا اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھنا ــ" ریما کی آنکھوں میں آنسو آگئے ــ" نہیں زیبا ــ میں آؤں گی بار بار آؤں گی۔ جب

منا ہوگا تب آؤں گی ___ تمہارے گھر جبین کے گھر منے کے گھر ___"

ٹیکسی آگئی ___ ممدو چچا نے اطلاع دی ___"

زیبا۔ تم سفید دوپٹہ مت اوڑھنا نہ چوڑیاں اتارنا ___ ریما نے پیچھے مڑکر زیبا سے کہا ایک بار پھر اسے گلے لگایا اپنا خیال رکھنا ___ اور باہر آگئی ___" صباحت کو نظروں نظروں میں دیکھا جو ہاتھ میں اخبار لئے بیٹھی تھی چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ اسی طرح بیٹھی رہی وہ بڑی اماں سے مل کر رو چکی تو اس کے پاس آئی اور کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ صباحت اسی طرح بیٹھی رہی

صباحت تم نے نہ جانے کیوں یہ خاموشی اختیار کرلی ہے تم کسی سے بات ہی نہیں کرتیں تم مجھے تو اپنی دل کی حالت بتا سکتی ہو۔ تم تو اپنے دکھ اپنی خوشی مجھ سے ہمیشہ شیئر کرتی رہی ہو۔ جتنا میں سمجھتی ہوں تمہیں ___"

ریما چھوڑو یہ باتیں ___ نہ کوئی کسی سے اپنا دکھ شیئر کر سکتا ہے نہ کوئی کسی کو سمجھ سکتا ہے سب بیکار باتیں ہیں ___ اچھا گڈ بائی۔ اور اس نے پھر اخبار پر نظریں گاڑ دیں اس کے چہرے پر عجیب سختی تھی ___ ماتھے پر شکنیں تھیں ___ ریما دس منٹ کو رکی ___ اور پھر کمرے سے نکل گئی ___"

---

حسین کے نام سے ہم ایک اسکالرشپ جاری کریں گے ۔چھوٹی باجی نے فون پر اطلاع دی۔
حسین مجھ سے بہت محبت کرتا تھا خاندان میں میں نے ہی اسے سمجھا تھا ۔بڑی باجی کہہ رہی تھیں اس سے اور ساتھ میں یہ بھی کہ تم تو جانتی ہو صباحت ۔اس جانِ یار میں جو خوبیاں تھیں وہ بھائی جان کی کسی اولاد میں نہیں تھیں ۔" امی جان نے فون پر اطلاع دی ۔"
حسین تو ہیرا تھا ہیرا ۔۔ پھوپی اماں کہہ رہی تھیں ۔"
میں حسین کے نام پر ایک ٹرسٹ قائم کروں گا ۔میں اس کا دیوان شائع کراؤں گا اس کی پینٹنگز کی نمائش کراؤں گا ۔افسوس ہم نے اس کی صلاحیتوں کا اندازہ ہی نہیں کیا ۔بس ممدوچچا خاموش تھے وہ اٹھ کر زیبا کے کمرے میں آئے جہاں وہ سفید ساڑی پہنے قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھی سامنے تمہاری قد آدم تصویر لگی تھی ۔۔ وہی حزنیہ مسکراہٹ مگر آج اس میں یہ طنز کی آمیزش کیوں ۔طنزیا.....
صباحت میں نے ان کو بہت دکھ دئے یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ان جیسا ساتھی پایا اور ان کی بدقسمتی تھی کہ میری جیسی بیوی ملی ۔ زیبا نے قرآن شریف بند کر کے اس سے کہا ۔صباحت نے بولنے کی کوشش کی مگر آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی ۔۔ وہ چند منٹ کھڑی رہی پھر باہر آگئی ۔ تو یہ تمہاری زندگی کا آخری سین ہے مگر تمہاری زندگی کے دوسرے سینوں سے کتنا مختلف ۔۔"؟ ○

# مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی اور اہم کتابیں

| کتاب | موضوع | مصنف | قیمت |
|---|---|---|---|
| مولانا آزاد کا ذہنی سفر | (ادب) | ظ انصاری | ۳۳/- |
| تنقید اور جدید اردو تنقید | (تنقید) | ڈاکٹر وزیر آغا | ۶۰/- |
| مشقی تدریس، کیوں اور کیسے؟ | (تعلیم) | ڈاکٹر محمد اکرام خاں | ۴۵/- |
| آوازوں کا میوزیم | (افسانے) | ساگر سرحدی | ۴۵/- |
| اپنی ہواؤں کی خوشبو | (خاکے) | کشمیری لال ذاکر | ۳۶/- |
| دلی کی چند عجیب ہستیاں | (خاکے) | اشرف صبوحی | ۵۱/ |
| چند تصویر نیکاں | (تاثرات) | مولانا عبدالسلام قدوائی | ۴۵/- |
| ہندستانی مسلمان اور مجیب صاحب | (ادب) | پروفیسر آل احمد سرور | ۸/- |
| صاحب جی، سلطان جی | (تذکرہ) | ڈاکٹر اسلم فرخی | ۲۰/- |
| نظام رنگ | (ادبی خاکہ حضرت نظام الدین اولیا) | " " | ۱۵/- |
| شہید جستجو | (سوانح ڈاکٹر ذاکر حسین) | ضیاء الحسن فاروقی | ۷۵/- |
| مذہب اور ہندستانی مسلم سیاست | (مذہب) | مشیر الحق | ۸/- |
| ہمارے دینی علوم | (مذہب) | مولانا اسلم جیراجپوری | ۱۸/- |
| معاشیات کے اصول | (معاشیات) | عزیز احمد قاسمی | ۲۱/- |
| آسان اردو، ورک بک | (تعلیم) | شکیل اختر فاروقی | ۲۴/- |
| کچھ مولانا آزاد کے بارے میں | (ادب) | مالک رام | ۵۱/- |
| تحقیقی مضامین | (تحقیقی) | " | ۶۰/- |
| پرانی بات ہے | (شاعری) | زبیر رضوی | ۳۰/- |
| ساز سخن | ( " ) | ادا جعفری | ۴۵/- |
| غزل نما | (انتخاب غزلیات) | مرتبہ ادا جعفری | ۷۵/- |
| فی الفور | (مزاحیہ) | یوسف ناظم | ۳۰/- |
| گول مال | ( " ) | شفیقہ فرحت | ۱۸/- |

مطبع لبرٹی آرٹ پریس: پروپرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دلی ۱۱۰۰۰۲